قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربه فصلیٰ — القرآن الکریم

وہ فلاح پاگیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۵۴۷۷۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۵ء شمارہ ۸

فہرست مضامین

اداریہ ۳

تربیت کا مہینہ ۴

معجزۂ موسیٰ ۱۱

مسلمان کی آزادی کون لوٹ گیا ۲۲

سنزا و جزا ۳۳

یہ فکر کرنے والے لوگ ۴۱

فطرانہ عید الفطر ۴۷

بدل اشتراک

تاحیات : ۲۰۰۰ روپے

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ : ۱۵۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا ۔ بھارت ۔ بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے ۳۰۰۰ روپے

مشرقِ وسطیٰ کے ممالک :—

۵۰ سعودی ریال ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ :—

۲۰ سٹرلنگ پونڈ ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا :—

۳۵ امریکن ڈالر ۲۰۰ امریکن ڈالر

پتہ : ماہنامہ المرشد ۔ اویسیہ سوسائٹی ۔ کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور فون : 5115086

ناشر : پروفیسر حافظ عبد الرزاق پرنٹرز : انتخاب جدید پریس لاہور Phones: 6314365-6368368

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

رمضان المبارک سال کا وہ مہینہ ہے جسے اللہ کریم نے ہماری خیرو برکت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ ہم جو سال بھر دنیا کے لاحاصل مقاصد کے لئے دوڑتے رہے اور اللہ کی قربت سے دور رہے' اس نے ایک خاص تربیت کے ذریعے ہمیں اپنے قریب آنے کا موقع فراہم فرمایا۔ یہ بھوک اور پیاس اسی تربیت کا ایک حصہ بھی ہے اور امتحان بھی۔ اگر ہم نے صرف اتنا سمجھا کہ دن بھر کھانے پینے سے خود کو محروم رکھ کر ہم نے اللہ کو خوش کر دیا تو یہ ہماری بھول ہے۔ اور ہم روزے کے مقصد کو سمجھ ہی نہ سکے۔ روزہ ایک جسمانی تربیت ہے۔ لیکن اس جسمانی تربیت میں انسان کی پوری روحانی تربیت پوشیدہ ہے۔ اس میں قلب کی پاکیزگی 'کردار کا سنوارنا' اس کے احکامات کو سمجھ کر قبول کرنا اور ان پر عمل شامل ہے اور جب ایک مسلمان خلوص دل کے ساتھ ایک ماہ کے لئے اس جسمانی اور روحانی تربیت سے گذرتا ہے تو نہ صرف اس کے کردار' اس کے عمل' اس کے رویئے اور سوچ میں تبدیلی آتی ہے۔ بلکہ اسے یہ سمجھ بھی نصیب ہونے لگتی ہے کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے اور جب یہ سمجھ نصیب ہو جائے تو اس کے قلب کی تربیت کا اگلا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اللہ کریم اتنا مہربان ہے کہ اسے اپنے ساتھ جوڑنے کا حوصلہ اور توفیق بھی عطا کر دیتا ہے۔

تاج رحیم

تربیت کا مہینہ

حافظ عبد الرزاق

انسان اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد ہوش سنبھالتے ہی جینے کا ڈھنگ سیکھنا شروع کر دیتا ہے اور یہ عمل اتنا طویل ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے تک جاری رہتا ہے۔ اس عمل میں تین چیزیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

اول زندگی کا نصاب یا آئیڈیل۔ دوم معلم سوئم ماحول ہر انسان اپنی پسند کے مطابق کسی خاص قسم کی زندگی بسر کرنے کو اپنا آئیڈیل بنا لیتا ہے۔ اور اسی کے مطابق ایسے آدمیوں کو تلاش کرلیتا ہے جو اسے اُس کے مطلوبہ نقشے کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طور طریقہ سکھائیں۔ پھر وہ ایسے ماحول کی تلاش شروع کر دیتا ہے جہاں وہ آزادی سے اپنے مطلوبہ نقشے کے مطابق زندگی گزار سکے اور وہ ماحول اس کے لئے سازگار ثابت ہو شریفانہ اور بہیمانہ دونوں قسم کی زندگیوں میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص ڈاکٹر بننا چاہتا ہے اسے یقیناً میڈیکل سائنس سے دلچسپی ہوگی پھر وہ ایسے اساتذہ تلاش کرے گا جو فن طب کے علمی اور عملی دونوں پہلوؤں میں اس کی رہنمائی کرسکیں۔ پھر وہ ایسے ماحول کے لئے میڈیکل کالج میں داخلہ لے گا۔ اس کی علمی اور نجی گفتگو بھی ایسے ہی لوگوں سے ہوں گی جو فنِ طب کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہوں گو دنیا میں اور بھی بے شمار شریفانہ فن اوران کے جاننے والے موجود ہیں مگر اسے جو لطف اور سکون اپنے فن کے جاننے والوں میں آئے گا وہ کسی اور جگہ نہیں مل سکے گا۔

اسی طرح ایک شخص چور اور ڈاکو بننا پسند کرتا ہے وہ اسی قسم کے ناول تلاش کرے گا۔ ایسی فلمیں دیکھنے کا شوق ہوگا اور اسی قماش کے لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا اٹھنا بیٹھنا پسند کرے گا۔ اور ایسے جرائم پیشہ لوگوں کے ماحول میں وہ نشہ آئے گا جس کا ایک شریف آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا۔

ڈاکٹر، انجنیئر، قانون دان، تاجر صنعت کار بننا اچھی بات ہے۔ اور لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق کسی نہ کسی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح چور، ڈاکو، قاتل، سمگلر وغیرہ بننا بری بات ہے مگر پھر بھی لوگ ان ننگِ انسانیت پیشوں میں عمریں کھپا دیتے ہیں۔

اصل ضروری اور بنیادی چیز تو انسان بنتا ہے اور انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سیکھنا ہے مگر بہت کم لوگ اس انداز سے سوچنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انسانیت بہت بڑا شرف ہے، بڑی عظمت اور بلندی ہے اور ظاہر ہے کہ بلندیوں تک پہنچنے کے لئے محنت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور فانی اور وقتی لذتوں کے رسیا محنت سے جی چراتے ہیں اور حیوانیت کی پستیوں کی طرف لڑھکتے چلے جاتے ہیں ہی مگن رہتے ہیں کسی بلند و بالا مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے وقت کوشش اور ہمت درکار ہے۔ اگر چھت سے نیچے آنا اور فوری طور پر آنا مطلوب ہو تو بس منڈیر پہ بیٹھ کر جسم ذرا ڈھیلا چھوڑ دو ایک سیکنڈ میں نیچے پہنچ جاؤ گے۔ یہ اور بات ہے کہ جسم کی کوئی ہڈی پسلی نہ بچے یا جان ہی ہوا ہو جائے۔

خالق انسان نے انسان کو انسانوں کی طرح جینے کے لئے نصاب خود بخود تجویز فرمایا ہے، بلکہ تیار فرمایا ہے اور اس نصاب کی تعلیم دینے کے لئے اساتذہ کا انتخاب بھی خود فرمایا ہے۔ پھر ان اساتذہ کرام نے اپنی محنت شاقہ سے انسانوں کو ایسا انسانیت پرور ماحول تیار کر کے دیا جس کی نظیر انسانیت کی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔ خالق انسان نے یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے شروع کر دیا تا آنکہ اس نصابِ انسانیت کی آخری کتاب کا آخری معلم مبعوث فرما کر اعلان کر دیا اس نصاب کا نام

اسلام اور قرآن کا نام قرآن حکیم اور اس آخری معلم کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے احسان سے انسانیت قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اسلام نے انسان کی تربیت کے لئے ایک خاص طرز کے مجاہدہ کا نصاب مقرر کیا ہے جس کا اصطلاحی نام عبادات

منصوصہ ہیں۔ ان عبادات میں سال بھر میں رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا بھی شامل ہے۔

روزہ اور اخلاقی تربیت

اسلام کی ہر عبادت کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہے مثلاً نماز میں طہارت، پابندی وقت، اطاعت امیر کے ظاہری آداب کے ساتھ اخلاص، خشوع، خضوع اور توجہ الی اللہ کے اوصاف پیدا کرنے اور حُبِّ زر، خود غرضی وغیرہ رذائل کا ازالہ کرنے کی مشق ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ تعلق باللہ اس انداز سے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے کمائے ہوئے مال کا مالک نہیں بلکہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کا امین سمجھنے لگتا ہے لہذا اس کے پیش نظر صرف مالک کی رضا ہوتی ہے۔

اسی طرح روزہ کا اپنا ایک خاص مزاج ہے۔ جس کی نشان دہی نبی کریم نے ان الفاظ میں فرمائی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یعنی روزہ صرف میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں ہوں میری خوشنودی ہے، ہر عبادت کی تہ میں ایک جذبۂ عبودیت ہوتا ہے مگر کوئی خاص ہیئت یا طرز ادا اس عبادت کی مرئی صورت ہوتی ہے جو سر کی آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ نماز ہے کہ آدمی وضو کرتا ہے، قیام، رکوع، سجدہ اس عبادت کے مظاہر ہیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ آدمی نماز پڑھ رہا ہے اسی طرح زکوٰۃ میں لینے والا پہچان لیتا ہے کہ یہ شخص مالی قربانی کر رہا ہے، حج میں گھر بار چھوڑ کر جانا تو ظاہر باہر ہے اب تو خاص اہتمام سے ہار پہنائے جاتے ہیں، جلوس نکالے جاتے ہیں کہ صاحب حج پہ جا رہے ہیں اور یا حج سے آ رہے ہیں غرض ہر عبادت کے عمل سے اس خاص عبادت کا ظاہر ہونا ایک قدرتی بات ہے مگر روزہ ایسی عبادت ہے۔ بندے اور رب کے سوا کوئی تیسرا شخص اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آدمی میں یہ جذبہ بیدار کرتا اور اسے ترقی دیتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے، جانتا ہے لہذا اس سے معاملہ کھرا رکھنا چاہیئے۔

یہ ایک وصف حقیقت میں انسانیت کی معراج ہے۔ انسان جو کام کرتا ہے اس سے یا وہ اچھا ہو گا یا بُرا۔ اگر اچھا کام ہو تو آدمی کے دل میں خواہ مخواہ یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اس سے آگاہ ہوں اور میری تعریف کریں۔ یہی ریا ہے اور یہی انسان کا عمل صالح کو ضائع کر دیتی ہے۔ اور اگر وہ کام بُرا ہے تو آدمی یہ احتیاط کرتا ہے کہ کوئی عام شخص یا قانون کا کوئی محافظ دیکھ تو نہیں رہا۔ اگر اسے اطمینان ہو جائے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تو وہ کر گزرتا ہے۔ یہی مجرمانہ ذہنیت ہے اور اس کا ضمیر مجرم ہے خواہ وہ بظاہر بڑا پارسا شمار ہوتا ہے۔

روزے کی خاصیت یہ ہے کہ انسان میں یہ عقیدہ پختہ کر دیتا ہے کہ میرے عمل سے میرا رب آگاہ ہے اور اس کا صلہ مجھے وہ دے گا کسی کو بتانے اور دکھانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ پھر روزہ انسان میں یہ عقیدہ پختہ کر دیتا ہے کہ ایک خفیہ پولیس ہر وقت اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں اس لئے کیوں نہ بھلے مانسوں کی طرح آدمی بن کر زندگی بسر کی جائے۔ پھر روزہ انسان کو یہ تربیت دیتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے اس کی گرفت سے نہ تو کوئی بچ سکتا ہے، نہ کوئی دوسرا اسے بچا سکتا ہے۔ اس کے برعکس انسانی مواخذہ سے خواہ وہ سوسائٹی کی طرف سے ہو یا قانون اور حکومت کی طرف سے آدمی بچ نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تلاش کر لیتا ہے۔

روزہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسان کی خواہشات پر قابو پانے کا مطالبہ ہے اور قابو پانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتنی ہمت پیدا کرے کہ کونسی خواہش کس وقت کس حد تک پوری کر لینا معیوب نہیں بلکہ اس کی اجازت ہے۔ انسان کی سب سے زیادہ غالب خواہش غذا اور جنس کی ہے، غذا سے بقائے حیات اور جنس سے بقائے نوع مقصود ہے اگر اس خواہش کو سرے سے مٹا دیا جائے تو حیات اور نوع دونوں کا خاتمہ ہے لہذا روزہ اس خواہش پر کنٹرول کرنا سکھاتا ہے کہ ایک خاص وقت کے لئے یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ضبط کیا جائے۔ اس ضبط کا فائدہ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ آدمی خواہشات کے ماتحت نہیں ہو گا بلکہ خواہشات اس کے ماتحت ہوں گی اور وہ اپنی خواہشات کا رخ جس طرف موڑنا چاہے موڑ سکے گا اور خواہشات کا صحیح رخ خود معلم انسانیت نے بتا دیا یعنی کمال ایمان یہ ہے کہ آدمی کی خواہشات میری تعلیمات کے تابع ہو جائیں۔

روزے کا یہ پہلو کہ خواہشات پر ضبط کرنا سکھاتا ہے۔ اتنا اہم ہے کہ اس کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے پوری انسانی تاریخ ایک کھلی کتاب ہے انسان کی بے چینی، بدامنی فتنہ وفساد کی واحد وجہ ہر زمانے میں یہ خواہش کی غلامی ہی رہی ہے۔ انفرادی حیثیت سے دیکھئے تو یہ چور، ڈاکو، قاتل، غنڈے، معاشرے کے امن کو غارت کرنے کا سبب کیوں بنتے ہیں بس یہی خواہش کی غلامی ہے۔ اجتماعی حیثیت سے دیکھئے تو اقوام عالم کو جنگوں میں جھونکنے کا سبب یہ ہوسِ اقتدار، حبِّ جاہ اور حبِّ مال ہی تو ہے۔

تو یوں سمجھئے کہ روزہ انسانیت کی انفرادی اور اجتماعی امن کی ضمانت ہے۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اسلام نے یہ مہینہ انسانیت کے معراج اور کمال تک پہنچنے کے لئے تربیت حاصل کرنے کا موسم مقرر کیا ہے۔

تربیت کا عمل صبر وتحمل کا کام ہے بعض وہ پابندیاں قبول کرنا پڑتی ہیں جن کا انسان عادی نہیں ہوتا کچھ محنت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے جو آرام پسند طبیعت کو دشوار گزرتا ہے۔ مگر اعلیٰ مقاصد کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کا صلہ ملنے کی جو صورت ذہن میں ہوتی ہے وہ کچھ ایسی پرکشش ہوتی ہے کہ تکلیف کا احساس نہیں رہتا۔ دیکھئے فوج میں بھرتی ہوتے ہی سپاہی کو جو تربیت دی جاتی ہے کتنی دشوار ہوتی ہے P.M.A میں آرمی افسروں کو جو تربیت دی جاتی ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔ گوریلوں کو جو محنت کرنا پڑتی ہے ایک عام آدمی تو اس کا بیان سننے کی تاب نہیں لاسکتا خصوصاً ان کا جو (SURVIVAL) ٹسٹ ہوتا ہے اس کی تفصیل سنکر تو جسم کانپ کانپ جاتا ہے۔ مگر کوئی سپاہی، افسر یا گوریلا یہ شکایت نہیں کرتا کہ بھوکوں مار دیا یا رات جگے دے کر ہلکان کر دیا۔ اسی طرح بیماری کے علاج کی صورت ہوتی ہے۔ شوگر کے مریض کو ڈاکٹر کہتا ہے عمر بھر شکر استعمال نہیں کرنی یا گندم کی روٹی ہرگز چکھنی بھی نہیں، چنے کا آٹا لو اور اسی کی روٹی کھاؤ۔ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ ڈاکٹر نے ظلم کیا ہے الٹا ڈاکٹر کے ممنون ہوتے ہیں۔ کہ صحت کی تدبیر بتادی خواہ کتنے مرغوبات کی قربانی کرنی پڑے۔ مگر ڈاکٹر کو دعا ہی دیں گے روزے کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا معاملہ مختلف نظر آتا ہے۔ لوگ لاالٰہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں اور اللہ پر اتنا اعتماد نہیں کہ اس کی معمولی سی پابندیاں بھی قبول کریں چنانچہ شکوہ ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے سے کمزوری ہوجاتی ہے، طاقت کم ہوجاتی ہے رات کو دیر تک جاگنے سے صحت پر برا اثر پڑتا ہے وغیرہ اللہ پر اعتماد سے ہٹ کر آدمی اگر عقل عامہ سے کام لے۔

تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔ جسم کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور روح عالم امر کی شے ہے۔ لہٰذا دونوں کے تقاضے جدا مرغوبات مختلف، حیثیت   الگ۔ اصل انسان روح ہے بدن اس کا آلۂ کار یا سواری ہے۔ بدن کا تقاضا مادی لذتوں کا حصول نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے۔ اور روح کا تقاضا ابدی راحتوں کی فکر اور اس کی تدابیر اختیار کرنا اور خواہشات پر قابو پا کر انہیں ایک شرعی ضابطے کے تحت لانا۔ ظاہر ہے کہ بدن کے تقاضے پورے کئے جائیں گے تو وہ توانا اور طاقتور ہوگا اور فربہ ہوگا مگر اس کا اثر یہ ہوگا کہ روح دب کر لاغر کمزور اور بیمار ہو جائے گی۔ اور اگر روح کے تقاضے پورے کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ تو بدن میں فربہی نہیں آسکتی مگر اس کی قوت میں کمی کی جگہ اضافہ ہی ہوگا۔ اس حقیقت کی شہادت کے لئے تاریخ کے صفحات کھلے ہیں۔ کفر و اسلام کا پہلا تصادم اسی رمضان کے مہینے میں بدر کے میدان میں ہوا۔ رمضان کے دبلے پتلے جسموں والے ۳۱۳ تھے وسائل کا یہ عالم کہ ۵ گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ رسد نہ ہونے کے برابر اور فربہ جسم والے کھاتے پیتے رمضان کی مار سے بچ جانے والے ۱۰۰۰ جن میں سے ۶۰۰ زرہ پوش اور جن کے پاس ۷۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے تھے۔ اسلحہ اور رسد کا سامان وافر تھا مگر نتیجہ کیا نکلا۔ کیا وہ لوگ ہار گئے جن کو رمضان کے روزوں نے کمزور اور لاغر کر دیا تھا اور وہ لوگ جیت گئے جو کھا کھا کے مشٹنڈے بنے ہوئے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ نتیجہ اس کے الٹ نکلا مگر کیوں؟ اس لئے کہ رمضان کے روزوں نے انہیں خواہشات پر کنٹرول کرنا یہاں تک سکھایا تھا کہ جسم گو لاغر تھے مگر روح میں وہ قوت پیدا ہوئی جس نے ان کمزور جسموں کو بجلی کی سی قوت عطا کر دی حال کی عسکری زبان میں

خواہ یوں کہا جائے کہ ان کا مورال بہت بلند تھا۔ مگر یہ مورال ہے کیا چیز اور آیا کہاں سے؟ اسی کا نام اعتماد علی اللہ ہے اور یہ پیدا ہوتا ہے خواہشات پر قابو پا کر شریعت کی پابندیوں کو دل و جان سے قبول کرنے سے۔

پھر یہ دیکھئے کہ اس وقت کی رومی اور ایرانی سلطنت میں آسودگی عیاشی اور خوشحالی کی کوئی کمی تھی؟ مگر چند برسوں میں دنیا کا جغرافیہ بدل کر رکھ دینے والے کیا وہ لوگ تھے جو کہتے کہ روزہ رکھنے سے کمزوری ہو جاتی ہے۔ یا حالات اس کے برعکس تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مادہ پرستوں کے ہاں زندگی اور قوت کا تصور ہی دوسرا ہے اقبال نے کہا تھا ؎

بمیری گر بہ تن جانے نہ داری
وگر جانے بہ تن داری نہ میری

مراد تو یہ ہے کہ اس جسم کے اندر اگر روحانی قوت مفقود ہے تو آدمی زندہ نہیں بلکہ چلتی پھرتی لاش ہے چنانچہ وہ خود ہی کہتا ہے ؎

وہ چیز اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی

جان پاک آب و ناں کی بیشی سے نہیں آتی بلکہ اس کے سرچشمہ دوسرا ہے جس کے حصول کے لئے خالق جان پاک نے ایک اصول بنا رکھا ہے۔

یعنی جس نے اس کا تزکیہ کر کے اسے لامکاں کی بلندیوں تک پرواز کرنے کے قابل بنا لیا وہ جیت گیا اور جس نے خواہشات کا غلام بن کر اس موتی کو مٹی میں ملا دیا وہ لٹ گیا۔ لہٰذا یہ روزہ تربیت ہے تزکیہ کی مشق ہے اور حقیقی قوت اسی سے آتی ہے ہاں

؎ فربہی چیزے دگر آماس چیزے دیگر است

۲ ۔ امتحان

یہ امتحان کا مہینہ ہے۔ امتحان کے لئے کئی امور قابل غور ہوتے ہیں۔

اول یہ امتحان ان لوگوں کا لیا جاتا ہے جو کسی ادارے میں داخل ہوں اور اپنے آپ کو امتحان کے لئے پیش کریں۔ اس لئے یہاں وہی مخاطب ہیں جو مدرسہ محمدی میں داخلہ لینے کے مدعی ہوں۔ انہیں خطاب کرتے ہوئے اسی وصف سے یاد کیا گیا

دوم : یہ کہ امتحان کی غرض امتحان دینے والے کا فائدہ اور اس کا مستقبل روشن بنانا مقصود ہوتا ہے ممتحن کا کوئی فائدہ مدنظر نہیں ہوتا۔

یہاں بھی مقصود ہے کہ امتحان تمہارا لیا جا رہا ہے. جیسا کہ تم سے پہلے ایسے مدعیوں کا امتحان لیا جاتا رہا۔

تیسرا یہ کہ امتحان میں کامیابی اور ناکامی کا نتیجہ ہرگز ایک جیسا نہیں ہونا بلکہ لازماً مختلف ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے اور واقعی ایسا ہوتا ہے۔

چہارم ۔ امتحان میں کامیابی پر کوئی سند، ڈپلوما، ڈگری ملا کرتی ہے جو بالعموم مستقبل کی تعمیر کے لئے ضمانت ہوتی ہے۔ جہاں انسان ہی ممتحن ہوں وہاں یہ ڈگری کوئی یقینی ضمانت نہیں ہوتی اس لئے یہاں تو ڈگریاں ہاتھ میں لئے لوگ کہتے پھرتے ہیں ؎

ہیں عمل اچھے مگر دروازۂ جنت ہے بند
پاس کر بیٹھے ہیں لیکن نوکری ملتی نہیں

مگر جہاں ممتحن رب العالمین ہو، سند وہ عطا فرمائے اور اس کی ضمانت رحمۃ العالمین دے وہاں بات اتنی یقینی ہے کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود حیرت ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ پر اعتماد کیوں نہیں رہا۔ آپ بھی سن کر حیران نہ ہوں بلکہ اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑائیں اور آج سے پچاس برس پہلے کے حالات کا نقشہ چشم تصور کے سامنے لا کر مقابلہ کریں۔ پہلے حالت یہ تھی کہ بھرے شہر میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملتا تھا جو سر عام کھاتا پیتا تو دور کی بات ہے اگر چوری چھپے بھی روزہ کھاتے تو یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی شخص اس کی اس حرکت سے واقف ہے مگر آج سر بازار یوں آزادی سے لوگ کھاتے پیتے ہیں کہ شبہ ہونے لگتا ہے یہ ملک کفرستان ہے۔ اور اس سے بڑھ کر بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ اس ڈھٹائی پر فخر کرتے ہیں کوئی پوچھے تم نے کونسا قلعہ فتح کیا کہ یوں اکڑ رہے ہیں یہ صورت عدم اعتماد ہی کی نہیں بلکہ اللہ کے مقابلہ میں ڈھٹائی کی انتہا ہے۔

روزہ جو مومن کا امتحان تھا اس کی کیفیت بھی آج کالج اور یونیورسٹی کے امتحانوں کی سی ہو گئی ہے اول تو امتحان

سے جی چرانا، بہانے بنانا، تحریک چلانا احتجاجی ہڑتالیں کرنا ایسا عام ہو گیا ہے کہ ہر طالب علم یہ چاہتا ہے کہ کالج میں نام درج کر لیں سال بھر پوچھیں نہیں اور سال کے اختتام پر سند یا ڈگری عنایت نہ کریں بلکہ ہمارے پیش کر دیں۔ یہی صورت رمضان میں نظر آتی ہے جیسے مسلمانوں کا جم غفیر روزہ کے خلاف احتجاجی ہڑتال کے طور پر نکل کھڑا ہوا ہے۔

پھر امتحان میں بیٹھ بھی جائیں تو ممتحن پر احسان ہے گویا عین احسان جتایا جا رہا ہے اور کتابوں سے نقل کر کے پرچہ لکھنا گویا ان کا پیدائشی حق ہے۔ اور ان ناک کٹوں کی آبادی میں اگر کوئی نگران انہیں منع کرے تو جواب میں بندوق یا پستول کی زبان سے بات ہوتی ہے یہی حال روزہ کے امتحان کے سلسلے میں ہے کہ اگر کھانے پینے سے منہ بند بھی رکھا ہے تو خواہشات پر کنٹرول کا یہ عالم ہے کہ زبان سے جھوٹ اور غیبت جاری ہے کان سارا دن "لتا" کے نغموں میں مصروف ہیں۔ آنکھیں بے حیائی کے مناظر دیکھنے کے لیے بیتاب ہیں، ہاتھ ملاوٹ، آمیزش، کم تولنے اور ہیرا پھیری کرنے میں مصروف ہیں اور ہر شخص کا دماغ ہر وقت اسی سوچ میں محو ہے کہ کس طرح کسی سے بے ایمانی اور دھوکا کیا جائے (الا ماشاء اللہ) پھر یہ امتحان کاہے کا ہوا بس امتحان کی ایکٹنگ ہوئی، سوانگ بھرا گیا۔ یہ نہ سوچا کہ معاملہ جس سے ہے وہ بڑا باریک بین ہے اور بہت بڑا نقاد ہے۔

۳- انعامات الٰہی

کسی حاکم سے یہ توقع نہیں رکھی جاتی کہ جب کوئی حکم دے اس کے ساتھ ہی اس حکم کی تعمیل کے فوائد اور نتائج بھی وضاحت سے بیان کر دے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ حکم کی لم پوچھے بغیر اس کی تعمیل کی فکر ہوتی ہے کہ عدم تعمیل کی وجہ سے کہیں دھر نہ لیے جائیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ فوج کا ماٹو یہ ہے "سپاہی کا کام حکم ماننا" سپاہی کو اس سے بحث نہیں کہ حکم کیوں دیا گیا تعمیل اور عدم تعمیل کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں بلکہ سپاہی کی کیفیت یوں ہوتی ہے جیسے لبلبی دبائی اور ٹھاہ ہو گئی اسی طرح ادھر حکم ملا ادھر سپاہی تعمیل کے لئے دوڑ پڑا یہ بات صرف فوج سے متعلق نہیں سول میں بھی احکام کی یہی حالت ہوتی ہے آپ سوچیں کبھی کسی نے یہ سوال کیا کہ کورٹ فیس ۵/۷ پیسے فی سینکڑہ کیوں مقرر کی گئی ہے، یا کورٹ فیس میں بیع، ہبہ، رہن میں شرح فیس مختلف کیوں ہے۔ بلا تامل حکم کی تعمیل کے بغیر چارہ نہیں۔

اسی طرح رب العالمین کو تو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو چاہے حکم دے اور وجہ بتائے بغیر اس کی تعمیل کا مطالبہ کرے اور بندے پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ بلا چون چرا خالق کے حکم کی تعمیل کرے کیونکہ بندہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیدائش میں، زندہ رہنے میں، مرنے میں، صحت میں ہر چیز میں اسی کا محتاج ہے جو اس کا خالق ہے۔ مگر خالق کی رحمت کا کیا ٹھکانا کہ حکم دیتا ہے اور اپنے بندوں کی دلجوئی کے لئے باشفقت سے حکم کے فوائد بھی بیان فرما دیتا ہے اور یہ معاملہ ہر حکم میں نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی اپنی حاکمانہ شان کا اظہار کرنے کے لئے حکم کی علت بتائے بغیر حکم دے دیتا ہے تاکہ اس کی صفت حکمت اور صفت حکومت دونوں ذہن میں موجود رہیں۔

روزے کا حکم دیتے ہی اس کا فائدہ یا یوں کہیے کہ انعام کا اعلان بھی کر دیا گیا یعنی روزہ رکھو گے تو تمہاری سیرت و کردار اور تمہاری شخصیت میں ایک عظیم انقلاب آ جائے گا۔ لاابالی پن ختم ہو جائے گا۔ تم (FREETHINKER) کہلانے میں عار محسوس کرنے لگو گے۔ بے مہار بے لگام آزادی کا تصور جاتا رہے گا غیر ذمہ دارانہ رویے سے تمہیں نفرت ہو جائے گی جہاں کوئی مادی آنکھ نہیں دیکھ رہی وہاں جرم کرنا تمہارے لئے آگ میں کودنے کے برابر محسوس ہوگا۔ تم ایسے محتاط بن جاؤ گے کہ عملی زندگی میں ہر قدم پھونک کر رکھو گے ان تمام فضائل کے پیدا کرنے اور رذائل سے دور رہنے کے عمل کو ایک اصطلاحی لفظ تقویٰ میں سمو کر رکھ دیا۔ کہ تم روزے رکھو گے تو ہمارے ریکارڈ میں تمہارا نام اہل تقویٰ کی فہرست میں لکھ دیا جائے گا۔ تم دنیا میں متقی یعنی محتاط زندگی بسر کرنے لگو گے تمہارے اندر تقویٰ کا وصف پیدا ہو جائے گا۔ بہت بڑا انعام ہے حیوان اور انسان میں فرق ہی تقویٰ کے وصف سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر تقویٰ کی حقیقت سمجھے بغیر اس سند، اس ڈگری اس انعام کی اہمیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ حضرت عمرؓ

نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا تھا تقویٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا امیر المومنین آپ کو کبھی کسی ایسے تنگ راستے سے گذرنے کا اتفاق ہو جس کے دونوں طرف کانٹے دار جھاڑیاں یا کانٹے دار باڑ لگی ہو۔ فرمایا ہاں ایسا اتفاق ہوا ہے۔ عرض کیا پھر آپ کیسے گذرے؟ فرمایا ایسی احتیاط سے کہ جسم سمٹا ہوا ہے کپڑے بدن سے لپیٹ رکھے ہیں کہ نہ تو کپڑے کانٹوں سے الجھیں نہ جسم پر کوئی خراش آئے۔ عرض کیا امیر المومنین یہی طرز زندگی تقویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعتدال کی راہ جو مقرر فرمائی ہے اس میں افراط و تفریط کی بے قید وسعتیں نہیں پھر اس تنگ راہ کے دونوں طرف نفس اور شیطان، خواہشات اور لذت پرستی کی کانٹے دار جھاڑیوں کا وسیع جنگل ہے۔ تقویٰ یہی ہے اپنے آپ کو ہر خراش اور زخم سے بچا کر مومن زندگی کی راہ پر چلے

سہ زندگی کی راہ میں چل پر ذرا بچ بچ کے چل
یوں سمجھ لے کوئی مینا خانہ بار دوش ہے

تقویٰ کے وصف کی بہار دیکھنا ہو تو اللہ کی کتاب کھول کے دیکھو، قدم قدم پر تقویٰ کے پھول کھلے ہیں اور ہر پھول کا رنگ جدا اور خوشبو الگ۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ وہ انعام الٰہی ہے کہ توفیق عمل، اصلاح عمل اور قبولِ عمل کا مدار تقویٰ پر ہے۔ امید ہے اس انعام کا اندازہ کچھ تو ہو گیا ہو گا اور اس انعام کا وعدہ ان لوگوں کے لئے جو روزے کی تربیت اور امتحان سے دیانتداری اور محنت سے گزریں۔

انعام نمبر ۲:۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور انعام کا اعلان فرمایا۔

"یعنی جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس ارشاد میں تین باتیں قابل غور ہیں دو تو روزے کی شرائط ہیں۔ ایک جزا ہے۔ ایمان کی شرط کی وضاحت بڑی تفصیل طلب ہے اس مختصر سے مقالے میں اجمال اور خلاصہ ہی دیا جا سکتا ہے مراد یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ رب اور بندے کا تعلق حاکم اور محکوم ہے۔ بندگی کا یہ تقاضا ہے کہ رب کے ساتھ اطاعت کا تعلق ضابطے کی کارروائی نہ ہو بلکہ قلبی تعلق ہو اور رب کی عظمت کا تعلق و تصور، اپنی عاجزی کا خیال، اس کی قدرت کا خیال اپنی بے بسی کا تصور ہو۔ اس تعلق میں ہیبت، عظمت، محبت، شوق سب عناصر پائے جائیں پھر یہ ہے کہ صرف رضائے الٰہی مقصد ہو کوئی دنیوی مفاد، نام نمود، شہرت صحت وغیرہ پیش نظر نہ ہو۔ یوں سمجھئے کہ اطاعت اس لئے ہو کہ میں اطاعت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ ایسا کرنا گویا مقصد تخلیق کو پورا کرنا ہے۔

احتساب یہ ہے کہ صرف کھانے پینے کے لئے منہ کا پھاٹک بند نہ کیا جائے۔ بلکہ تمام قوتوں اور صلاحیتوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے کہ کسی قوت یا صلاحیت پر اتباع خواہشات کی چھاپ نہ لگنے پائے۔ پھر تمام اعضاء و جوارح کے افعال حرکات و سکنات پر نگاہ رکھی جائے کہ جسم کا کوئی عضو خواہش نفسانی کے تحت کوئی حرکت نہ کرنے پائے بلکہ اس اسلحہ سے صرف وہی کام اور اسی طرح کام لیا جائے جو اللہ و رسول کو پسند ہو۔ کیونکہ یہ اسلحہ اپنی ملکیت نہیں "سرکاری مال ہے" اپنے پاس تو بطور امانت ہے اور دیکھ لیا جائے کہ سرکاری مال کا ناجائز استعمال قابل دست اندازی پولیس جرم ہے۔ فرق اتنا ہے کہ یہ چالان پیش اس وقت ہو گا۔ جب آنکھیں بند ہوں گی۔ یعنی روزہ صرف پیٹ کا نہ ہو بلکہ دماغ، خیالات، آنکھ۔ کان۔ زبان، ہاتھ، پاؤں اور قوتوں اور صلاحیتوں کا روزہ ہو کہ پوری شخصیت خواہشات کو کنٹرول میں رکھنے میں منہمک ہو۔

تیسری بات کہ اس کے سابقہ گناہ معاف کیے جائیں گے اس میں کونسی کشش ہے؟ یہ حقیقت سامنے رکھیے کہ آدمی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سزا سے محفوظ رہے۔ اور سزا ملتی ہی جرم پہ، جرم نہ کرے یا ہو جائے اور معافی مل جائے تو لازماً سزا سے بچ جائے گا تو اس مختصر سے جملے سے دو حقیقتیں واضح ہو گئیں۔

اول یہ کہ یہ تو ممکن نہیں کہ انسان سے گناہ سرزد نہ ہو۔ لہٰذا یہ بھی ممکن نہ ہوا کہ وہ سزا سے بچ سکے۔

دوم یہ کہ اس امر کا امکان ہی نہیں بلکہ ضمانت دی جا رہی ہے کہ جرم اور گناہ معاف کیے جا سکتے ہیں گویا ضمانت دی جا رہی ہے کہ سزا سے بچایا جا سکتا ہے۔

مگر گناہ کے معاف ہونے کا ذریعہ کونسا ہے؟ یہ تو پہلے بتا دیا کہ ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھو، گناہ معاف یعنی سزا سے بری ہو گئے۔ پھر لطف یہ کہ جرم و سزا کا پیمانہ بھی ایسا کہ صرف رب العالمین اور رحمۃ اللعالمین ہی کی شایانِ شان ہے۔

یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ایک مہینہ کے روزے رکھو ایک مہینہ کے گناہ معاف بلکہ اعلان یہ ہو رہا ہے کہ روزے رکھو ایک مہینے کے اور گناہ معاف ہوں گے عمر بھر کے، کیا ٹھکانہ رحمت کا اور کیا کہنا رعایت کا۔

ے می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ دُرّ ساختۂ قطرۂ بارانی را

مگر دیکھنا کہ صرف روزے رکھنا نہیں بلکہ ایمان اور احتساب کی شرط کے ساتھ روزے رکھنا مطلوب ہے۔
ہے کوئی جو یہ خزانہ لوٹنے کے لئے آگے بڑھنے کی ہمت کرے

ے تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

دعائے مغفرت

۱۔ "سلسلہ کے ساتھی ماسٹر عبدالحمید کھوکھر (سکھر) کی نانی انتقال فرما گئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔"

۲۔ "جماعت کے ساتھی حاجی محمد سرور (فیصل آباد) کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔"

سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار مشتاق ولد فضل احمد (کھاریاں) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

داخلہ برائے آٹھویں جماعت

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان چکوال

تحریری امتحان۔ 9 مارچ 1995ء
وقت۔ دو بجے دوپہر

انٹرویو

انٹرویو۔ ۱۰ مارچ 1995ء
وقت۔ دس بجے صبح

امیدوار اگر 8 مارچ نمازِ عشاء تک پہنچ جائیں تو اُن کے رات قیام کا بندوبست ہوگا۔ البتہ سردی کا بستر اپنا ضرور لیتے آئیں

پرنسپل صقارہ اکیڈمی

معجزۂ موسیٰ علیہ السلام

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم کا موضوع اللہ کی پیدا کردہ انسانیت کو ہدایت کا راستہ وصال الٰہی کا راستہ اللہ کی اطاعت کا راستہ دکھانا ہے۔ قرآن حکیم کا موضوع تاریخ نہیں ہے کہ یہ تاریخی واقعات بیان کرے۔ قرآن حکیم کا موضوع صنعت و حرفت نہیں ہے یہ صنعت و حرفت کی باتیں کرے۔ قرآن حکیم کا موضوع تجارت اور کاروبار نہیں ہے کہ یہ اس کے مشورے دے لیکن یہ سائنس کی باتیں کرتا ہے یہ تجارت کی باتیں کرتا ہے یہ بیع و شراء کی باتیں خرید و فروخت کی باتیں کرتا ہے یہ مزدور اور آجر کی بات کرتا ہے یہ تاریخی واقعات بیان کرتا ہے اس لئے نہیں کہ یہ تاریخ بتانا چاہتا ہے اس لئے کہ ان تاریخی حوالوں سے بندوں کو راہ ہدایت پر لانا چاہتا ہے۔ اگر یہ خرید و فروخت کی بات کرتا ہے تو وہ حدود متعین کرتا ہے جو اطاعت الٰہی کے اندر ہیں اگر یہ معیشت اور سیاست کی بات کرتا ہے تو وہ حدود متعین کرتا ہے جو بندے کو قرب الٰہی نصیب کرتے ہیں۔ اپنے موضوع پر بات کرتے ہوئے یہ فرعونی سیاست کو ڈسکس کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کی بات کرتا ہے اقوام عالم کی بات کرتا ہے بت پرستوں کی بت پرستی کے دلائل کو رد کرتا ہے اور توحید باری کے دلائل نقلی بھی دیتا ہے عقلی بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کو اس نے علم سے بھی نوازا ہے اور عقل و شعور سے بھی اسے عقلی دلائل کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ اسے علمی دلائل کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور اللہ کریم وہ ساری چیزیں فراہم فرماتے ہیں۔

آپ نے دیکھا قرآن حکیم میں مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ ہی لے لیجئے تو اس کے مختلف ٹکڑے ہمیں مختلف سورتوں میں مختلف پاروں میں ملتے ہیں اس لئے کہ بنیادی طور پر جب تاریخ بیان کرنا قرآن کا مقصد نہیں ہے اس واقعہ کا جو حصہ بطور تمثیل بطور مثال جہاں مناسب تھا وہاں بیان کر دیا دوسرا کوئی حصہ دوسری جگہ اس کی مثال دینے کی ضرورت تھی وہ دوسری جگہ کر دیا تو یہاں ایک واقعہ بیان فرمایا رب جلیل نے۔ فرعون ایک شخص تھا جس نے مخلوق کو بزور اپنی عبادت پر اپنے سامنے سجدے کرنے پر مجبور کیا اور خود ان کا رب ہونے کا پروردگار ہونے کا مالک ہونے کا مدعی تھا بلکہ اس کا دعوی یہ تھا۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ اگر کوئی اور رب ہے بھی تو مجھ سے کم درجے کا ہو گا میں تم لوگوں کا بہت اعلیٰ درجے کا سب سے اونچا رب ہوں۔ فرعون چھوٹا سا نام نہیں ہے فراعنہ مصر صدیوں مطلق العنان حکمران رہے فرعون شاہ کا لقب بادشاہ کو فرعون کہتے تھے ان کے مختلف نام ہوتے تھے لیکن جو سربراہ سلطنت ہوتا اسے فرعون کہا جاتا تھا۔ بہت مالدار لوگ تھے حتی کہ آج تک ان کے مقبروں سے ٹنوں

کے حساب تک سونا دریافت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ایک فرعون جب مرتا اپنی زندگی میں وہ اپنے لئے زیر زمین محل تعمیر کراتا اس میں خواب گاہیں اس میں کھانے کے کمرے اس میں پکانے کے کچن اس میں سینکڑوں خادم خادمائیں ان کے سرونٹ کوارٹر اس میں سونے چاندی کے برتن اس میں فل ڈیکوریشن بستر چارپائیاں کرسیاں میز ہر چیز اس کے سٹنڈرڈ اس کے معیار کی رکھی جاتی اس کے اپنے ہیرے جواہرات اس کا اپنا زرہ اسلحہ اس کی خاص سواری کے گھوڑے اس کے خاص خدام جب وہ مر جاتا تو یہ ہزاروں افراد اسی زیر زمین مکان میں اس کے ساتھ چھوڑ کر اسے زیر زمین بند کر دیا جاتا لوگ تڑپ تڑپ کر مرتے تباہ ہوتے ان کے ڈھانچے ملے اور کروڑوں اربوں روپے کے جواہرات اور زیورات سونے چاندی کے تابوت اور سونے چاندی کے بستر اس میں چیزیں ملیں تو ایک پوری ایک اتنی ظالم ایک تہذیب ایک حیات زندگی گزارنے کا ایک طریقہ بن چکا تھا جس میں کہیں اللہ کے نام کی گنجائش نہیں تھی کہیں کسی کے حق اور فرض کی کوئی تفریق نہیں تھی طاقت ور یا فرعون کا اطاعت گزار جو کہتا وہ حق تھا اور اس کے مقہور یا مغلوب یا مجبور لوگ ان سے جو چاہتے وہ کام لیا کرتے۔ آپ یہ بات سمجھیں کہ فرعون وہی تھا نام اس کا فرعون تھا یا ان کا لقب فرعون تھا لیکن فرعونیت ایک بن گئی پہچان اور وہ ہر دور میں رہتی ہے۔

اور آج کے جو فراعنہ ہیں وہ فرعون مصر سے زیادہ سخت بھی ہیں زیادہ چھپے ہوئے بھی ہیں اور زیادہ مشکل بھی ہیں وہ جیسا بھی تھا وہ سر میدان کہتا تھا میں پروردگار ہوں میں تمہارا رب ہوں اور میری بات چلے گی۔ آج کا فرعون رب کا نام لے کر اپنی بات منواتا ہے اس فرعون کی اپنی دی ہوئی ایک تہذیب تھی ایک معاشی نظام تھا۔ عجیب معاشی نظام تھا جس میں کچھ لوگوں کے لئے صرف کام کرنا ان کا مقدر تھا مثلاً جتنے اسرائیلی تھے وہ صرف ان کی زندگی صرف کام کرنے کے لئے تھی۔ ان کی زندگی ان کی عزت نہیں تھی ان کی آبرو ان کی آبرو نہیں تھی ان کا مال ان کا مال نہیں تھا ان کی جان ان کی جان نہیں تھی انہیں جو کچھ دیا جاتا تھا کھانے پہننے کو صرف اتنا کہ وہ مر نہ جائیں وہ زندہ رہیں گے تو کام کریں گے لیکن جو کچھ وہ کماتے جو محنت کرتے جو کام کرتے وہ قبطیوں کے کام آتا فرعون کے خزانے میں جاتا اس کے چہیتوں کی خدمت پہ لگتا کھیتیاں وہ بوتے فصلیں وہ کاٹتے مزدوری وہ کرتے سڑکیں وہ بناتے مکان وہ بناتے محلات وہ بناتے لیکن ان میں رہنے کے لئے فرعون اور اس کے چہیتوں کو جگہ ملتی اور ان کے مقدر میں وہی ٹمٹماتا ہوا دیا اور وہی جھونپڑا اور وہی روکھی سوکھی روٹی جو زندگی کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے ہوتی ہے۔ ان کا علاج یہ ہوتا تھا کہ اگر ان میں سے سمجھا جاتا کہ کوئی کام کا نہیں ہے تو اسے مار دیا جاتا فضول اس پر غذا ضائع نہ کی جاتی جب سمجھا گیا کہ ان کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے تو ان پر برتھ کنٹرول لاگو کر دیا گیا کہ یا تو یہ بچے پیدا نہ کریں اگر پیدا کریں تو ان کے بچے قتل کر دیئے جائیں۔ یعنی ان کا پیدا ہونا ان کا مرنا ان کا رہنا ایک مطلوبہ مقصد کے لئے تھا اور وہ مقصد تھا قبطیوں کی فرعونوں کی فرعون کی فرعونی سلطنت کی فرعونی ریاست کی خدمت۔

اب اتنے بڑے نظام اتنے جابرانہ نظام اتنے ظالمانہ نظام کے لئے اللہ نے صرف اپنے ایک نبی کو مبعوث فرمایا کوئی توپ نہیں دی کوئی گارڈ نہیں دی کوئی فوج نہیں دی کوئی خزانہ نہیں دے دیا کوئی حکمران ساتھ نہیں کر دیا کچھ دس بندے نہیں دیئے بلکہ ایک اکیلے بندے کو فرمایا۔ فَاذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ موسیٰ علیہ السلام میں نے تمہیں نبوت عطا کی ہے اور تو فرعون کے پاس جا وہ تو حد سے گزر چکا۔ اس کی سزائیں بھی عجیب۔ تمہیں فرعون ذُو الْاَوْتَادِ قرآن اسے کہتا ہے ذِی الْاَوْتَادِ میخوں سے گاڑ دینے والا اس طرح کے شہتیر کے ساتھ بندے کے ہاتھ لگا کر ان میں میخیں گاڑ دی جاتیں اور وہ لٹکتا رہتا چیختا رہتا دو دن میں مرتا تین دن میں مرتا رہتا لٹکتا رہتا ذِی الْاَوْتَادِ میخوں سے گاڑ

دینے والا فرعون۔ تانبے کے جانور بنا رکھے تھے گائے بیل بھینس شیر بھیڑیئے ان کے پیٹ میں بندے کو بند کر دیتے اور نیچے آگ جلاتے جوں جوں تانبا گرم ہوتا وہ تڑپتا چلاتا طرح طرح کی آوازیں نکلتیں اور فرعون تالیاں بجاتے یہ معمولی سزائیں تھیں چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر جو بندوں کو دی جاتی تھیں۔

اللہ کریم نے اتنی بڑی سلطنت اتنے بڑے حاکم اتنے ظالمانہ معاشرے کے لئے ایک نبی مبعوث فرمایا اسے اس کی نبوت کے دلائل کے طور پر معجزات عطا فرمائے کہ وہ پوچھے تو نبی ہے تیری نبوت کی کیا دلیل ہے تو چونکہ وہ زمانہ یہ تھا کہ جادوگری اپنے عروج پر تھی اور فرعون کے پاس بے شمار طرح طرح کے جادوگر تھے۔ ہر آدمی جادو جانتا تھا پھر جادو کے اساتذہ تھے جو بادشاہ کے پاس تھے وہ عجیب تھے فرعون کے حالات میں یہ ملتا ہے کہ اس کا جو محل جس میں خزانہ تھا سرکاری جو جسے آپ بنک کہہ لیجئے تو اس پر بظاہر کوئی گارڈ نہیں ہوتی تھی اور اس کی دیواریں عجیب تھیں قلعہ نما دیواریں تھیں اور ہر طرف سے زینے بنے ہوئے تھے ان پر کوئی دروازہ نہیں تھا کوئی پہرہ نہیں تھا اگر کوئی اس زینے پر بلا اجازت قدم رکھتا تو پہلے زینے پر اسے نظر آتا کہ اوپر کوئی تیر انداز کھڑا ہے واپس آ جاؤ کچھ بھی نہیں ہے دوسرا قدم رکھو تو وہ تیر چلّے پہ چڑھا لیتا اگر واپس چلا جائے کچھ بھی نہیں تیسرے زینے پہ پاؤں رکھتا تو تیر اس کے سینے سے پار ہو جاتا۔ فرعون دریا کی سیر کو نکلتا تو اس کے ساتھ خوبصوت لڑکیاں اس کے دائیں بائیں بیٹھی ہوتیں کشتی میں لیکن کوئی بلا اجازت اس کی کشتی کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا تو اسے دو شیر دکھائی دیتے جو فرعون کے دائیں بائیں بیٹھے تھے اور اگر واقعی آگے جاتا تو وہ چیر پھاڑ دیتے۔ تو اس طرح کی یہ ساری باتیں اس سے ملتی ہیں یہ جو لفٹ سسٹم ہے اب بنی ہے لفٹ فرعون کے پاس جادو کا یہ کمال تھا کہ اس نے متعدد ملٹی سٹوری بلڈنگ اور اینٹ کا موجد فرعون ہے۔ اینٹ فرعون نے ایجاد کی کہ مٹی کو گوندھ کر اس کے پتھر بنا کر انہیں آگ میں پھونکا جائے اور اس طرح کے پتھر بنائے جائیں یہ قرآن حکیم میں ملتا ہے۔ اینٹ کا موجودہ ہے جہاں جس کتاب میں مختلف ایجادات کی فہرست ملتی ہے اس میں بھی انہوں نے قرآن کے حوالے سے اسی کو موجد قرار دیا اینٹ بنا کر ملٹی سٹوری بلڈنگ اس نے بنائیں لیکن اس میں جادو کا کمال یہ تھا کہ وہ جس گھوڑے پر سواری کر کے باہر سے آتا تو وہ ڈیوڑھی کے اندر داخل ہو کر اپنی منزل کی طرف دیکھتا تو وہ گھوڑا اوپر بلند ہونا شروع ہو جاتا اور اتنا بلند ہو جاتا کہ وہ اپنے اندر چلا جاتا اس کے پاؤں زمین پر رہتے اور اس کی زین جو ہے وہ ساتویں آٹھویں دسویں منزل تک چلی جاتی یہ سارے جادو کے کرشمے تھے۔

اللہ جل شانہ کی یہ سنت اللہ رہی ہے یہ طریق رہا ہے کہ جس علم کا یا جس کمال کا لوگوں کے پاس تعارف موجود ہو لوگ اس سے واقف ہوں جب نبی مبعوث ہوتا ہے تو اسی فن کا۔انتہائی کمال اسے عطا کر دیا جاتا ہے چونکہ لوگوں کے ذہن اس فن کے کمال سے واقف ہوتے ہیں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کے زمانے میں عربوں میں زبان دانی کا بہت زور تھا اور عربوں کے علاوہ ساری دنیا کو عجم یعنی گونگے کہتے تھے عام لونڈیاں باندیاں چرواہے جو شعر کہہ دیتے وہ بھی ادب کی اعلیٰ مثال ہوتی ایک ایک جملے میں حقائق بیان کر دیتے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جب قرآن پڑھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تو عرب مجبور ہو گئے بات کرنے سے انہیں سمجھ آنے لگی کہ ہم تو کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ ایک دفعہ بیت اللہ کے دروازے پر کسی نے صرف یہ تین جملے لکھ کر لٹکا دئے مقابلہ یہ ہوتا تھا ان میں کہ کوئی اچھا شعر کوئی اچھی رباعی کہتا تو وہ لکھ کر بیت اللہ کے دروازے پر لٹکا دیتا اگر اس کے مقابلے کا کوئی بندہ کوئی کہنے کی جرات کرے۔ تو کسی صحابی نے سورۃ الکوثر لکھ کر لٹکا دی۔

انا اعطینک الکوثر ○ فصل لربک وانحر

○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ مقصد یہ تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے تین جملے ہیں ایک ثلاثی سا شعر بن جاتا ہے کوئی اس کے مقابلے کی مقفی مسجع عبارت بن جاتی ہے تو کوئی ایک جملہ ہی اس کے مقابلے میں لکھ کر لٹکا دے تو کئی روز تک اسے ادیب شعراء پڑھتے رہے اور پھر نیچے کسی نے لکھ دیا **ما ھذا کلام البشر۔** یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔ انسان انسان سے مقابلہ کر سکتا ہے یہ کلام جو تو نے لکھ کے لگایا یہ انسانی نہیں ہے الہامی کلام ہے اس سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے جو معجزات عطا فرمائے وہ جادوگروں کے مقابلے میں تھے۔ جہاں فرعونیوں کا جادو نہیں چلتا تھا ایک عصا اس میں سینکڑوں معجزات تھے دو شاخہ لاٹھی ہوتی آپ کے پاس۔پھینکتے تو اژدہا بن جاتی رات ہوتی تو زمین میں گاڑ دیتے تو وہ ٹیوب لائٹ بن جاتی روشنی دیتی۔ راستہ بھول جاتے تو اسے آگے کر دیتے وہ راستے کی طرف مڑ جاتی راستہ دکھتے جاتے کنویں سے ڈول نکالنا ہے تو ڈول پھینک کر اس دو شاخ کو لٹکاتے وہ نیچے سے پکڑ لیتا پانی نکال لیتے قبائل کو پیاس لگی دو شاخہ پتھر پر مارا چشمے جاری ہو گئے سمندر پار کرنا ہے تو دو شاخے کو سمندر پہ مارا وہ پھٹ گیا راستہ بن گیا اس طرح کے بے شمار معجزات آپ علیہ السلام کی لاٹھی میں اللہ نے دے دیئے جو جادوگروں کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک بات یاد رکھئے عامل اور کامل میں ایک فرق ہوتا ہے عامل عملیات کے سہارے کچھ واقعات آپ کو دکھا سکتا ہے لیکن وہ واقعات اصل نہیں ہوتے انسان کی قوت متخیلہ متاثر ہو جاتی ہے جس طرح جادوگروں نے سانپ بنائے **یُخَیَّلُھُم** دیکھنے والوں کے جو قوت متخیلہ تھی وہ متاثر ہو گئی اسے رسیاں سانپ نظر آتی تھیں انہیں وہ لکڑیاں اور شہتیر سانپ نظر آتے تھے یعنی قرآن کا منشا یہ ہے کہ وہ واقعی لکڑیاں سانپ نہیں بنی تھیں وہ لکڑیاں لکڑیاں ہی تھیں رسیاں رسیاں ہی تھیں لیکن دیکھنے والوں کی قوت متخیلہ ایسی متاثر کی جادو نے کہ انہیں وہ اژدہا دوڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ آپ دیکھیں جس طرح کسی پاگل کو دیوار میں دروازہ اور دروازے میں دریا نظر آتا ہے وہاں کچھ نہیں اس کی قوت متخیلہ درہم برہم ہو چکی ہے اور وہ غلط ویژن جو ہے وہ کولیکٹ COLLECT کر رہی ہے۔ اسی طرح جادو کے زور سے قلب ماہیت ممکن نہیں ہے یعنی کسی گدھے کو آپ انسان بنا دیں تو وہ انسان نہیں بن سکتا ہاں دیکھنے والے کو گدھے کی بجائے انسان نظر آ سکتا ہے۔ لیکن کامل جب کسی پہ توجہ کرتا ہے تو وہ چیز اصل میں بدل جاتی ہے۔ کامل سے جب کسی چیز کا ظہور ہوتا ہے تو اس میں عمل کو دخل نہیں وہ قدرت باری کا دخل ہوتا ہے اس کی توجہ اس کی تمنا اس کی دعا سے وہ چیز واقعی بدل جاتی ہے اور وہ کام واقعی ویسا ہو جاتا ہے۔ جیسے انہوں نے بے شمار معجزات پیش کئے۔فرعون سے آپ علیہ السلام ٹکرائے کتنی عجیب بات ہے آپ علیہ السلام نے مدد مانگی رب العلمین سے کہ میں اکیلا ہوں تو آپ میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دیجئے اگر مدد ہی مانگنا ہوتی تو کوئی فوج مانگتے شاید اپنے بھائی پہ آپ علیہ السلام کو یہ شفقت کا خیال آیا کہ اس بہانے انہیں بھی نبوت عطا ہو جائے اور وہ بھی کریم ہے اس نے انہیں بھی نبوت عطا کر دی کہ میں اسے تیری مدد کا سبب بناتا ہوں دو بھائی اتنی بڑی سلطنت کو کیا کر لیں گے لیکن وہ بلا جھجک گئے فرعون کے پاس بات کی اور وہ بوکھلا اٹھا عجیب بات ہے میرے سامنے تم کسی اور پروردگار کی بات کرتے ہو مجھے کہتے ہو میں کسی اور کو خدا مان لوں۔ لیکن آپ علیہ السلام کے معجزات نے لاٹھی پھینکی بہت بڑا اژدہا بن گیا یا آپ علیہ السلام ہاتھ دامن میں دے کر نکالتے سورج سے زیادہ روشن ہو جاتا پھر دامن میں دیتے تو ختم ہو جاتا وہ روشنی ایک برقی آلہ بن گئی تھی کہ کوئی آپ علیہ السلام کو چھیڑ سکتا نہیں تھا جلا دینے کو کاٹتی تھی کاٹ دینے کو کاٹتی تھی۔ یہ جو آج لیزر ٹیکنالوجی متعارف ہوئی ہے یہ آپ علیہ السلام کے اس دست مبارک میں اللہ نے اس زمانے میں دے دی

تھی۔ آج ہم لیزر ٹیکنالوجی سے ایک بندے کا پیٹ کھولے بغیر اس کے گردے کا آپریشن کر دیتے ہیں آنکھ کھولے بغیر آپریشن ہو جاتا ہے لیزر ٹیکنالوجی سے اندر ٹانکے لگا دیتی ہے سی دیتی ہے کھول دیتی ہے۔ وہ لیزر ٹیکنالوجی اس زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی جو مخلوق میں آج کروڑوں سالوں بعد متعارف ہوئی۔ جس طرح آج ہوائی جہاز عجیب صنعت ہے لیکن وہ تخت سلیمان علیہ السلام جسے ہوا اڑا کر لے جاتی تھی کیا وہ ہوائی جہاز نہیں تھا جس پر لاکھوں افراد لاکھوں جانور پورا لاؤ لشکر وہ بٹھاتے اور ایک مہینے کا راستہ وہ ایک دوپہر میں کر جاتا اس کا مطلب ہے کہ اس کی سپیڈ آٹھ نو سو میل فی گھنٹہ یا ہزار میل فی گھنٹہ تھی اور اتنی سپیڈ سے جانے والے پر بیٹھنے والوں کی کوئی پروٹیکشن کوئی ان کے تحفظ کا سامان ہو گا طوفانی ہوائیں چلتی ہوں گی۔ تو کوئی شکل کوئی شیپ کوئی صورت بنائیے تو جو بھی بنائیے ہوائی سفر کی ایجاد بھی اللہ نے نبیوں کے ذریعے انسانی شعور تک پہنچائی۔ لیزر ٹیکنالوجی آپ علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں تھی۔ کہ وہاں سے ہاتھ چمکتا دیوار کے دوسری طرف کسی کا جگر چھلنی ہو سکتا تھا اور دیوار سلامت رہ سکتی تھی۔ مجبور کر دیا فرعونی طاقتوں کو ان معجزات نے تو لے دے کے وہ اس بات تک پہنچے کہ جادو ہی ہے ذرا یہ زیادہ سیکھ گیا ہے تو مقابلے کے لئے جادوگر بلا لیتے ہیں اس کے امراء نے یہ مشورہ دیا جب لاجواب ہوا تو کہنے لگا۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ۔ یہ دو جنے جو ہیں یہ جادوگر ہیں یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا۔ ارے اے میری قوم یہ چاہتے ہیں کہ تم سے تمہیں زمین سے بے دخل کر دیں تم سے تمہارا ملک چھیننا چاہتے ہیں اپنے جادو کے زور سے اور اصل بات یہ ہے۔

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ اصل بات یہ ہے کہ یہ تمہاری تہذیب کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتے ہیں دیکھا فرعون کو بھی دوسرے کے رب ہونے کا اتنا دکھ نہیں تھا جتنا دکھ اسے اپنی تہذیب اپنے سیاسی نظام اپنے معاشی نظام اپنے قبضہ اپنے تسلط کے جانے کا تھا وہ کہنے لگا یہ تو ملک سے تمہیں بے دخل کرنا چاہتے ہیں کس طرح سے وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى جو مثالی نظام سلطنت جو مثالی تہذیب تمہاری وراثت میں آ رہی ہے یہ اسے نابود کرنا چاہتے ہیں اسے مٹانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ جادوگر جمع کئے گئے ملک بھر سے دن مقرر ہوا مقابلے کی گھڑی آئی اور فرعون نے اعلان کیا۔

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ کہ ساری قوتیں جمع کر کے تو صف در صف گروہ در گروہ لشکروں کے لشکر جمع ہو جاؤ ان کے ساتھ مقابلہ کیا جائے خیر مقابلے کے لئے آ گئے اب جادوگروں کا حال یہ تھا کہ ان کی ساری امیدیں فرعون کے ساتھ وابستہ تھیں انہوں نے پہلے فرعون سے وعدہ لیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے جس نے فرعون کو چیلنج کیا ہے اور مصیبت میں ڈال دیا ہے تو عام مقابلہ نہیں ہے۔

اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں مثالی انعام بھی ملنا چاہئے مثالی مقابلہ ہے اور صدیوں سے فرعون حکومت کرتے چلے آئے کسی کو سر اٹھانے اور نگاہ اٹھانے کی جرات نہیں ہوئی اور ایک اکیلے بندے نے آ کر یا دو بندوں نے آ کر پوری فرعونی سلطنت کو لرزا دیا ہے اب اگر ہم ان بندوں سے جیت گئے۔

اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا۔ ہمارے لئے مثالی انعام ہونا چاہئے وہ کہنے لگا بے شک فرعون نے کہا کہ میں تمہیں اپنے دربار میں جگہ دوں گا اب تو میں نے تمہیں مختلف شہروں سے بلوایا ہے پھر تمہاری منسٹری بنا دی جائے گی باقاعدہ شاہی دربار میں ایک وزارت تمہاری بھی ہو گی تمہارا نمائندہ بھی۔ میں تمہیں اپنا مصاحب بناؤں گا۔ قرآن کے الفاظ میں۔ جس کا مطلب ہے کہ اہل دربار میں ایک سیٹ تمہاری بھی ہو گی تم لوگوں کے لئے بن جائے گی منسٹری۔

میدان میں جمع ہو گئے لمبی بات کو سمیٹیں ایک طرف موسیٰ علیہ السلام اور ساتھ ایک بھائی ملے ہارون علیہ السلام

دوسری طرف سینکڑوں ہزاروں جادوگر تھے فرعون ہے قبطیوں کے لاؤ لشکر ہیں فرعون کا لاؤ لشکر ہے تخت پر جلوہ افروز ہے فوج ہے پولیس ہے اور پھر میدان کھلا ہے اور جتنے جادوگر تھے انہوں نے رسے شہتیر لاٹھیاں سوٹیاں میدان میں پھینک دیں اور ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ جادوگروں کو ایک خیال گزرا کہ یار یہ جیسا بھی ہے بندہ کامل ہے جادوگر سہی لیکن عام جادوگر نہیں ہے تو اس کے ساتھ معاملہ اس کے سٹیٹس کے مطابق کرنا چاہئے کہ ہم اسے اس طرح نہ لیں جس طرح عام آدمی ہے تو انہوں نے اپنے جادو کا کمال دکھانے سے پہلے لحاظ کیا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنا کمال دکھائیں۔ نبی سمجھ کے نہیں ایک ماہر فن استاد سمجھ کر انہوں نے احتراماً اجازت حاصل کی وہ احترام جو انہوں نے اللہ کے نبی کو دیا اللہ کو پسند آگیا فرعونی فرعونی ہی رہ گئے اور جادوگروں کو ایمان نصیب ہوگیا۔ وہ جو نہ پہچانتے ہوئے نہ جانتے ہوئے جو بھی انہوں نے احترام کیا اللہ کے نبی علیہ السلام کا وہ ضائع نہیں ہوا۔

ابولہب کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے "کشفاً" دیکھا بھائی تھا اپنے مشاہدے کو خواب کے طور پر بیان فرماتے ہیں کشف اور خواب ایک ہی شے ہوتے ہیں کشف ذرا ارادی چیز ہے بالارادہ آپ دیکھ لیتے ہیں خواب غیر اختیاری ہے فرماتے ہیں میں نے پوچھا سناؤ کیا حال ہے کوئی حال نہیں تم نہیں سمجھ سکتے میرا کیا حال ہے نہ میں بتا سکتا ہوں نہ تم سمجھ سکتے ہو کہا زندگی کا کوئی لمحہ تمہارا آخرت کا کوئی لمحہ ہاں کہنے لگا صرف ایک دن ایک لمحہ آتا ہے اس ایک لمحے میں کوئی اس طرح سے ایک پانی کا چھینٹا پھینکتا ہے آٹھ دنوں میں وہ ایک سانس میری قسمت میں ہے کہ وہ مجھے ایک سانس لینے کی فرصت مل جائے ورنہ کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ آگ کی تیزی لمحہ لمحہ بڑھتی نہ رہے وہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیسے بخاری شریف میں موجود ہے یہ بات تو کہنے لگا کہ میں نہیں جانتا تھا یہ بندہ اللہ کا نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ مجھے میری لونڈی نے آکر مبارک دی کہ اللہ نے تیرے بھائی عبداللہ کو بیٹا دیا ہے۔ عبداللہ چونکہ فوت ہو چکے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد دنیا سے سفر فرما چکے تھے تو میں نے خوش ہو کر کہ میرے مرحوم بھائی کی نشانی پیدا ہوئی ہے اس لونڈی کو میں نے ایسے اشارہ کیا تھا کہ جا میں تجھے آزاد کرتا ہوں جس طرح میں نے ہاتھ جھٹکا تھا اس طرح کوئی ہاتھ جھٹکتا ہے اور مجھ پر ٹھنڈا پانی گرتا ہے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے جہنم کے اس حال کو پہنچا اس پر محدثین بحث کرتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کافر کو اس کی نیکی کا صلہ کیسے مل گیا آخرت میں۔ وہ فرماتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیصات میں سے ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص کہ کسی کافر نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کیا تو اس کا بدلہ اسے بھی مل گیا یہ خصوصیات ہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

تو یہاں بھی جادوگروں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ اللہ کا نبی علیہ السلام ہے یہ اللہ کا بندہ استاد ہے اس فن کا تو کسی بھی فن کے لوگ ہوں اچھا صاحب فن بندہ نظر آئے تو اس کا احترام کرتے ہیں انہوں نے کہا جی آپ پہلے اپنا کمال دکھائیں گے یا ہمیں اجازت دیتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھئی تم کرو۔

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا۔ تم دکھاؤ اپنا کمال **فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى** ○

تو کوئی دیر نہیں لگتی دیکھتا فاذا اسی لمحے وہ رسے اور وہ بڑی بڑی وہ گیلیاں **يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ** دیکھنے والوں کی قوت متخیلہ کو **اَنَّهَا تَسْعٰى**۔ بڑے بڑے اژدہا نظر آنے لگے یعنی اصل میں وہ لکڑیاں یا گیلیاں ویسے ہی رہیں لیکن

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ میدان بھر گیا۔
حتیٰ کہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اندر سے لرز گئے کہ یا الٰہا یہ اتنا طوفان یہ انسانی خصوصیات انبیاء و رسل علیہم السلام میں بھی ہوتی ہیں۔ یہ جو ہم کہتے ہیں نا وہ اللہ کا نبی علیہ السلام تھا اس نے مقابلہ کر لیا نبی کو بھی چوٹ لگے تو درد ہوتا ہے نبی کو بھی بھوکا رکھا جائے تو تکلیف ہوتی ہے نبی کو بھی مقابلہ انسان بن کر ہی کرنا پڑتا ہے نبی بھی سینے پہ چوٹ سہتا ہے۔ نبی بھی اپنا خون اللہ کی راہ میں دیتا ہے انبیاء علیہم السلام اللہ کی راہ میں شہید ہوئے قتل کیے گئے ایذا دی گئی سولیوں پر لٹکائے گئے آگ میں جلائے گئے اور یہ ساری چیزیں انبیاء علیہم السلام نے برداشت کیں۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اسی لئے نہیں نبی کو خوف آتا کہ میں مر جاؤں گا میرے مشن کا میری بات کا کیا ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ انہیں کی طرف ہو جائیں یہ تو میدان بھر گیا اب میں ایک لاٹھی پھینکوں گا یہ ہزاروں اژدہا پھنکارتے پھر رہے ہیں ایک میرا بھی درمیان میں پھرتا رہے گا تو میری بات کون سنے گا یا ان ہزاروں کی سنے گا تو اندر سے ایک دفعہ وہ بھی لرز گئے کہ یہ ہو گا کیا۔ فوراً نبی کے ساتھ اللہ کا براہ راست رابطہ ہاٹ لائن رہتی ہے۔
قُلْنَا لَا تَخَفْ۔ ہم نے کہا موسیٰ علیہ السلام گھبرا نہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔
اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ کامیابی تیرا مقدر ہے گھبرانے کی بات نہیں تو ڈٹ جا۔
وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ۔ جو تیرے ہاتھ میں اپنا سوٹا ہے پھینک دے اب ایک ہی۔ انہوں نے پھینکا تو وہ ایک ہی بنتا تھا لیکن وہ ایک اتنا بڑا اژدہا بنا کہ۔
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا۔ اس نے میدان میں نگلنا شروع کر دیا اور سارے کھا گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا سارا چٹ کر گیا جو سانپ بڑا سانپ اپنے سے چھوٹے کو کھا جاتا ہے اس کی فطرت ہے وہ اتنا بڑا اژدہا بنا کہ وہ ہزاروں اژدہا جو پھنکارتے پھر رہے تھے وہ ایک ایک کو نگلنے لگا اور اس نے چند لمحوں میں سب کو ہڑپ کر لیا تلقف ما صنعوا جو کچھ بنایا تھا انہوں نے وہ سارے کھا گیا۔
اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ۔ وہ تو جادوگروں کا مکر تھا
وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ○ جادو تو اس کے مقابلے موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے پکڑا تو میدان خالی ہو گیا چنگھاڑ رہا تھا آپ علیہ السلام نے ہاتھ میں لیا تو وہ دو شاخہ اتنی ہی لاٹھی۔
محققین یہ فرماتے ہیں حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی یہاں کئی دفعہ یہ بات فرماتے تھے کہ جادوگروں نے یہ دیکھا کہ اگر یہ بھی جادوگر ہوتا تو ہم نے لاٹھیوں کو کیلیوں کو شہتیروں کو رسوں کو جادو کے زور سے سانپ دکھایا یہ جادو کرتا اس کا جادو ہمارے جادو سے ٹکرا ہوتا ہمارا جادو باطل ہو جاتا اور وہ واپس رسیاں نظر آتیں وہ کیلیاں نظر آتیں ویسے کی ویسی وہ چیز تو نظر آتی ان کا وجود کہاں گیا اور اس نے جو لاٹھی پھینکی وہ کیلیاں کھا گئی ـــ نگل گئی ہزاروں کو جب ہاتھ میں پکڑی تو اس کا حجم نہیں بڑھا وہ چیزیں گئی کہاں۔ یہ جادو نہیں ہے یہ محض قدرت باری ہے یہ وہ کر سکتا ہے یعنی ایک چیز کا سرے سے وجود ہی اب نہیں مل رہا۔ وہ سارا کچھ گم ہو گیا ہے لاٹھی میں کہاں سما گیا اس کا وزن نہیں بڑھا حجم نہیں بڑھا بڑی نہیں ہوئی چھوٹی جتنی لاٹھی پھینکی تھی ویسی اب بھی ہے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا جادو کے فن کو تو ہماری نسلیں بیت گئیں ہم جانتے ہیں یہ جادو نہیں ہے یہ اللہ کا سچا نبی علیہ السلام ہے۔ لیکن یہ سمجھ انہیں کیسے آ گئی جب یہی سارا کچھ سارے لوگوں نے دیکھا تھا فرعون سمیت باقیوں کو سمجھ کیوں نہیں آئی تھی باقی انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑانے ان کی توہین کرنے کے لئے میدان میں آئے تھے اور یہ استاد سمجھ کر فن کا کامل سمجھ کر احترام کیا وہ احترام جو غیر شعوری طور پر نبی کو نبی نہ سمجھتے ہوئے انہوں نے کیا اس نے انہیں نبی کو سمجھنے کی صلاحیت عطا کر دی۔ یہ اللہ کی عطا ہے فرمایا۔

فالقی السحرۃ سجدا۔ جادوگر سجدے میں گر گئے
اور کہنے لگے۔

امنا برب موسیٰ و ہارون ۔ ہم اس پروردگار کو قبول کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں جس کی دعوت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام دے رہے ہیں یہ دھماکہ ہو گیا فرعون کے لئے کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ جادوگروں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارے ساتھ کتنے لوگ ہیں اس پبلک میں کتنے لوگوں نے سمجھا ہم تھوڑی سی مصلحت اندیشی کریں کل اعلان کر دیں گے جب بات سمجھ میں آگئی تو انہوں نے کہا بھائی ہم نے یہ بات قبول کر لی۔ فرعون تو بھڑک اٹھا۔ اس نے کہا عجیب بات ہے ان کو مقابلے کے لئے میں لایا تھا اور دیکھو یہ تماشہ۔

قال امنتم لہٗ قبل ان اذن لکم۔ کہنے لگا یار تمہاری یہ جرات کہ مجھ سے تم نے مشورہ بھی نہیں کیا مجھ سے پوچھ ہی لیتے ماننا ہی تھا مجھے بتاتے تو سہی تم نے مجھے کوئی پرکاہ اہمیت ہی نہیں دی اب اس نے پینترا بدلا کہنے لگا۔ میں اب سمجھا کہ یہ تمہارا ہی استاد ہے۔

انہٗ لکبیرکم الذی علمکم السحر یوں نظر آتا ہے کہ یہ تمہارا استاد ہے اور تم اسی کے سکھائے ہوئے ہو لہٰذا تم بھی اس کے ساتھ مل گئے ہو میرے خلاف اس نے بڑے جھوٹ کا سہارا لیا لوگوں کو اٹریکٹ کرنے کے لئے۔
آج آپ چھوڑ دیں کہ آج سیاست دان جھوٹے وعدے کرتا ہے یہ فرعونی سیاست ہمیشہ سے جھوٹ بول کر اپنی حمایت حاصل کرتی ہے اس کا طریقہ یہی ہے اب فرعون سمجھ رہا تھا اسے پتہ تھا کہ یہ بندہ بچہ اٹھا کر محل میں میں لایا اور میرے پاس رہا جب یہاں سے نکلا تو ملک مصر کی حدود سے باہر رہا جب ملک میں آیا تو واپس دربار میں آگیا جادوگر انہیں جادو کہاں سکھاتا رہا۔ لیکن لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اس نے کہا اچھا اب سمجھا کہ تمہارا یہ استاد ہے تم نے اس سے جادو سیکھا یہ جھوٹ کیوں بول رہا تھا لوگوں کی رائے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے کہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اندر جھوٹ بول رہا تھا۔ اب کہنے لگا دوسری بات بھی سن لو

فلاُقطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف۔ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ کاٹوں گا۔ دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دوں گا۔

ولاُصلبنکم فی جذوع النخل۔ اور کھجور کے تنوں کے ساتھ تمہیں زندہ لٹکا دوں گا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو گا اور ایک پاؤں گردن میں رسی ڈال کر کھجور کے تنے سے لٹکا دوں گا تم جھولتے رہو گے چیختے رہو گے چلاتے رہو گے اور تڑپ تڑپ کر مرو گے۔ اور عبرت کا سامان بنو گے۔

ولتعلمن اینا اشد عذابا و ابقی ○ تمہیں سمجھ آئے گی کہ کس کا عذاب سخت ہے اور اقتدار کس کے پاس ہے اور کس کے پاس طاقت ہمیشہ رہے گی

نبی سے نسبت ایک عجیب نعمت ہے اور اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ علوم نبوت قلب نبوت سے طالب کے قلب میں آجاتے ہیں انہیں پڑھنے کا موقع ملا یا نہیں پاس بیٹھنے کا موقع ملا یا نہیں جادوگروں کو تبلیغ سننے کا موقع نہیں ملا عقائد سننے کا موقع نہیں ملا۔ دنیا و آخرت کی بات جادوگروں کے ساتھ کس نے کی لیکن وہ کہنے لگے۔

قالوا لن نؤثرک علی ما جاءنا من البینٰت۔ کہنے لگے جو حقائق ہم تک پہنچے ہیں ان کے مقابلے میں تجھے ہم پرکاہ حیثیت نہیں دیتے لن نؤثرک کچھ نہیں سمجھتے ہم تجھے علی ما جاء نا من البینت اس بات کے مقابلے میں جو واضح دلائل ہمارے پاس آ چکے۔

والذی فطرنا قسم ہے اس پروردگار کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہم تجھے کچھ نہیں سمجھتے۔

فاقض ما انت قاض تو جو کر سکتا ہے کر لے۔

فاقض ما انت قاض۔ جو فیصلہ تجھ سے سخت ترین ہو سکتا ہے وہ کر اس سے بھی سخت تو کوئی کر سکتا ہے تو کر لے اس لئے کہ انما تقضی ھذہ الحیٰوۃ الدنیا ○ اللہ نے تجھے دنیوی اقتدار دیا ہے تیرا فیصلہ ہماری

دنیوی حیات پر ممکن ہے لاگو ہو جائے لیکن ہم اس سے بہت دور دیکھ رہے ہیں۔ انا امنا بربنا ہمارا رشتہ ہمارے پروردگار سے ہے یہ دنیوی زندگی اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے یہ چند روزہ یہ ویسے بھی جانے والی ہے یہ ویسے بھی چند روزہ ہے اگر آج ختم ہوتی ہے تو اور اچھی بات ہے کہ اللہ سے ملنے کا موقع جلد آ جائے گا اس سے پہلے بھی اسے ختم کر کے ہمیں اللہ کے حضور جانا ہے اور یہ ہم چاہتے ہیں کہ آج تک جو تیری خدمت کی اور باطل پر رہے اور غلط زندگی گزاری۔

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ۔ آج تک جو جادوگری کی جو غلط کام کئے یا چوری چکاری کی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری گردنیں کاٹ کہ ہمارا خون ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور ہم سرخرو ہو کر اپنے پروردگار سے مل سکیں۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ یہ سن لے تو باقی رہنے والا نہیں ہے اللہ ہی بہتر بھی ہے اور وہی باقی رہنے والا بھی۔تو نہیں رہے گا۔ ہم مر جائیں گے الگ بات ہے اور ہم اب مرنا چاہتے ہیں وہ بات گئی جب ہم تم سے زندگی کی بھیک مانگا کرتے تھے اور ہمیں اس زندگی سے وہ موت زیادہ عزیز ہے جو ہمیں اپنے پروردگار کے روبرو لے جائے گی اور فرمایا یہ بھی سن لے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا۔ جو اللہ کو اپنی مجرمانہ گزار کر جرم پر مر کر ملے گا۔ فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ اس کے لئے اللہ نے دوزخ بھڑکا رکھی ہے۔

یہ ساری باتیں کس نے بتائی انہیں۔ لا يموت فيها ولا يحي ○ اور جہنم میں کبھی اسے موت نہیں آئے گی اور جہنم میں زندگی کا بھی کوئی تصور نہیں۔ نہ وہ زندوں میں ہو گا نہ وہ مر سکے گا۔

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا۔ اور جو ایمان کی حالت میں اپنے رب کے پاس واپس پہنچا۔ قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ۔ اور جس نے نیکی بھی کر لی فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ○ اس کے لئے بہت بلند مقام اور منازل ہیں۔

اب انہیں کسی وعظ کسی کتاب تورات کو پڑھنے کی فرصت نہیں ملی موسیٰ علیہ السلام سے وعظ سننے کی پاس بیٹھنے کی وہ تو اسی میدان میں سارا دین زندگی آخرت عمل جزا سزا قیامت یہ سارا کہاں سے سیکھ لیا انہوں نے وہ رشتہ جو ان کے دلوں کو قلب نبوی علیہ السلام سے نصیب ہو گیا تھا اور نتیجہ چشم فلک نے دیکھا چند سر پھرے سرِ میدان جو صبح فرعونیت کی بقاء کے لئے میدان میں اترے تھے غروب ہوتے سورج نے ان کے کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ انہیں کھجور کے تنوں پہ لٹکتے ہوئے دیکھا۔ لیکن صبح ان کے ساتھ آنے والے گروہ شیاطین کے تھے اور ڈوبتا سورج اللہ کے فرشتوں کو ان کے استقبال میں دیکھ رہا تھا کتنا بڑا فاصلہ تھا۔ ان کی صبح میں اور ان کی شام میں۔ کیا وہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ہمارا سولی پہ لٹک جانا فرعون کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ سمجھ رہے تھے لیکن ان کے ذمے فرعون کو سرنگوں کرنا نہیں تھا ان کے ذمے حق کو حق کہنا تھا حق کو حق ماننا تھا اور حق پر عمل کرنا ہی ان کے ذمے تھے انہوں نے کہا یہ ہم کریں گے نتیجہ کیا ہوتا ہے موت آ جائے گی تو موت تو ویسے بھی آنی ہے اور اگر تیرے ساتھ تعاون کرتے ہوئے موت آگئی تو مارے گئے جہنم ملے گی اور کیوں نہ مقابلے میں موت آئے کہ اللہ کا قرب اور درجات تو نصیب ہوں۔

قرآن حکیم نے یہ واقعہ کیوں بیان کیا جب یہ واقعہ بیان کیا جا رہا تھا تو مکی تہذیب یا دنیا کی تہذیب بھی ایک فرعونیت تھی لوگوں نے مل کر اپنے آئین اپنا تسلط اپنا قبضہ اپنی پسند کی معیشت اپنی پسند کا لین دین اپنی پسند کا عدالتی قانون اپنی پسند کا سیاسی نظام ایک فرعونی نظام اس وقت بھی تھا۔

جیسے یہ مثال دے کر صحابہ کرام کو بتایا گیا کہ یہ ضروری نہیں کہ تم تجزیہ کرنے بیٹھ جاؤ کہ ہم تو مکے کی گلی میں دس پھرتے ہیں جنہیں روز یہ پکڑ کر مار لیتے ہیں اور روئے زمین پر ایک کافرانہ نظام مسلط ہے ایک ایسا سسٹم ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے ایک جال بنا ہوا ہے جو

پوری زمین کے گردا گرد ہے تو ہم پانچ دس خانے اگر توڑ بھی لیں گے تو کیا فرق پڑے گا فرمایا یہ تمہارا کام نہیں تمہارا یہ کام ہے کہ تم اس سے ٹکرا جاؤ نتیجہ کیا ہو گا فرمایا یہ میرا کام ہے دیکھ لو میں نے فرعون کو ایک ہی جھٹکے میں کہاں پہنچا دیا۔ ساری طاقت ایک غوطے میں رفو چکر ہو گئی اور ساری سلطنت ایک لہر میں ڈوب گئی۔ چند بے وقوف بے وقوف ہی کہنا چاہئے جو روس سے لڑ گئے کوئی دلیل بنتی ہے ظاہری کہ یہ بے وقوف پٹھان ان پڑھ جاہل ان کے پاس اسلحہ نہ کھانے کو نہ پہننے کو نہ جوتا نہ کپڑا یہ روس سے لڑ گئے کیا کریں گے۔ سوائے موت کے کیا ہو گا۔ لیکن جس نے فرعون کو ڈبویا تھا اس نے عالمی سپر پاور کو لمحوں میں ڈبو دیا۔ تکلیف صرف یہ ہوئی کہ لڑنے والوں کا استقلال آزمایا ضرور۔ شہید ہونا پڑا انہیں اپنوں کو دفن کرنا پڑا لاشیں قبر میں اتارنی پڑیں بے گور و کفن چھوڑنی پڑیں لیکن طاغوت کو لے ڈوبے آج پھر روئے زمین پر فرعونیت کا تسلط ہے ہم بھی فرعون کے پنجہ استبداد میں جی رہے ہیں۔

یار مجھے یہ بتاؤ کہ فرعون اگر اسرائیل کے بیٹے قتل کرتا تھا تو وہ معیوب تھا آپ کی حکومت اگر غریبوں کو اولاد پیدا کرنے پر پابندی لگانے کا حکم دیتی ہے تو یہ فرعون سے کچھ مختلف ہے کیا ایک طبقہ جس کے پاس اقتدار ہے اس کے بچوں کے لئے تو کھلونے اور ان کے بچوں کے لئے تو صفائی کرنے کے ڈبے اور ان کے بچوں کے لئے دودھ پینے کی بوتلیں بھی غیر ملک سے منگوائی جائیں ایمپورٹ کی جائیں اس پر کروڑوں روپے خرچ ہوں۔ آپ نہیں سمجھتے کہ ایک طبقے کے صرف کھانے پینے کے سامان پر کتنے اربوں روپے خرچ آئے آپ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک مکان کا باسی آپ کا پرائم منسٹر ہاؤس جو اسلام آباد میں بنا ایک گھر بیاسی کروڑ روپے سے بنا اب جب مسلم لیگ کی حکومت تھی تو ستتر لاکھ کا ایک فانوس لگوایا گیا تھا ڈرائنگ روم میں جو انہیں چھوڑ کر جانا پڑا۔ جب پی پی کی حکومت گئی اور مسلم لیگ کی آئی تو چالیس لاکھ سے زائد کا سامان باتھ روم کا تبدیل کیا گیا کہ جن برتنوں میں پہلا وزیراعظم پیشاب کرتا تھا دوسرا کرنا پسند نہیں کرتا۔ اب یہ گئے تو انہوں نے کتنے کے منگوائے یہ میں نے پوچھا نہیں کسی سے بہرحال اس سے زیادہ کا منگوایا ہو گا۔ کیا یہ فرعونیت نہیں۔ وزیر اعظم کا میاں جیل میں ہو اللہ اسے اولاد دے سکتا ہے آپ گھر میں بھی ہوں تو آپ کو اولاد نہیں ملنی چاہئے فرعونیت اور کس جانور کا نام ہے یعنی ایک طبقے کے لئے جیل میں رہنا یا گھر میں رہنا کوئی فرق نہیں پڑتا ان کی اولاد بھی ہوتی ہے میاں بیوی کی طرح ملتے بھی ہیں سارا سسٹم ان کا کوئی ڈسٹرب نہیں ہوتا لیکن غریب آدمی کے لئے پوری وزارت بنا دو اور ان میں ان کی اولاد جو ہے وہ ایک خاص حد کے اندر جانور اتنے ہوں جتنا چارہ ہو کھا گیا کروڑوں روپے صدارتی ریفرنسوں پر لگے کیا کسی نے ان سے کوئی پیسہ واپس لیا۔ اب یہ حکومت آئی ہے یہ کہتے ہیں ارب وہ کھا گئے اتنے کروڑ نواز شریف کھا گیا اتنے فلاں کھا گیا ان سے کوئی پیسہ واپس لے رہے ہیں؟ پورا کہاں سے کریں گے؟ مجھ پر اور آپ پر ٹیکس لگا کر چوالیس ارب کے ٹیکس لگے مجھ پر اور آپ پر اس لئے کہ پیسے وہ کھا گئے یعنی جس طرح کسی زمیندار رئیس کا بیٹا نقصان کر کے جوے میں رقم ہار کر آئے تو بیٹے کو بھلا برا تو کہتا ہے لیکن بیچتا بھیڑ بکریاں ہی ہے وہ رقم پوری کرنے کے لئے بیٹے تو نہیں نا بیچتا۔ رقم پوری کرنی ہے تو اپنے مویشی اپنی بھیڑ بکریاں بیچتا ہے اسی طرح ہمارے ہاں بھی ہر فرعون بھیڑ بکریاں بیچتا ہے ہم اور آپ بھیڑ بکریاں ہیں۔ ہم پر ٹیکس لگتا ہے ہم بکتے ہیں ہماری اولاد بھی ایک حد کے اندر رہنی چاہئے ہمیں اپنی اوقات نہیں بھولنا چاہئے۔ ہمیں کھانے پینے کی بھی ایک حد ہونی چاہئے ہمارے لئے جو دوائیں بھی بنتی ہیں ان پر بھی کوئی قدغن نہیں کہ امیر لوگوں کے کارخانے وہ جو چاہیں کمائیں۔ ہم مرتے ہیں تو مر جائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ اسی ملک کا ایک طبقہ باہر سے امپورٹ کر کے پانی پیتا ہے اور اسی ملک کی اکثریت ان جوہڑوں سے پانی پیتی ہے جن میں سے جانور درندے پیتے ہیں انہی میں سے انسان بھی

پیٹتے ہیں۔ کیا آج آپ کو کوئی فرعون نظر نہیں آتا کیا آج کسی موسیٰ علیہ السلام کا کوئی پیغام نہیں ہے کیا آج کا مسلمان فرعون کے جادوگروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

تو پھر دیکھ لیجئے آج کا فرعون اس فرعون سے سخت ہے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا یا اللہ میری امت کا فرعون موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے سخت ہے وہ صرف ایک ابوجہل تو فرعون نہیں تھا وہ سمبل بن گیا۔ جو بھی ابوجہل والا کردار اپنائے گا جو بھی غیر اسلامی تہذیب مسلط کرنا چاہے گا جو بھی غیر اسلامی معیشت رائج کرنا چاہئے گا۔ جو بھی اپنی طاقت کے زور پر غیر اسلامی سیاست کو رواج دے گا۔ وہ فرعون نہیں ہے اس میں کسی فرد کی کسی سیاسی پارٹی کی کسی ایک جماعت کی بات نہیں ہے۔ بات ہے کہ جو بھی ایسا کرے گا۔ وہ فرعون ہے اور جسے بھی نسبت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے میدان عمل پکار رہا ہے۔ کوئی ضمانت نہیں کہ کوئی سولی سے بچ سکے گا یا اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کٹیں گے کوئی ضمانت نہیں کٹتے ہیں تو کٹ جائیں۔ سولی لگتا تو لگ جائے لیکن فرعون کے مقابلے میں کھڑا ہو کر یہ کہنا پڑے گا کہ۔

اَمَنَّا بِرَبِّ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رب کو مانتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہماری سیاست محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی سیاست ہو گی۔ ہماری معیشت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی معیشت ہو گی ہماری عدالت کا قانون وہ ہو گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ہم فرعون عہد کے قانون کو اس کی عدالت کو اس کے نظام کو نہیں مانتے سیدھی سی بات ہے کوئی ایچ پیچ کوئی ہیرا پھیری کوئی لڑائی جھگڑا کچھ بھی نہیں اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے کیا ہمیں اتنا حق بھی نہیں ہے کہ ہم اپنی پسند کا عقیدہ رکھیں ہمیں اتنا حق بھی نہیں ہے کہ ہم اپنی پسند کا عمل کریں۔ تو کیوں کس کے غلام ہیں ہمکو کس نے ہمیں پیدا کیا ہے کس نے ہمیں خریدا ہے۔ کون ہمارا ماسٹر ہے۔ کوئی بھی نہیں ہم اللہ کے بندے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اللہ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمارا وہ رازق ہے اگر کسی کو یہ زعم ہے کہ وہ قتل کر دے گا۔ تو کر دے ہمیں تو ویسے مرنا ہے۔ مرنا تو ہے اگر اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اس سے بڑی بات کیا ہو گی یہ تو اس کا احسان ہو گا۔ اگر قید و بند میں ڈال دے گا۔ تو ان لمحات کا اجر شاید ان گناہوں کا کفارہ بن جائے جو زندگی بھر ہم سے کوتاہیاں ہوتی رہیں یہ اتنے برسوں ہم نے اس نظام میں ضائع کر دیئے۔

اللہ کریم آپ لوگوں کو ہمت دے کہ یہ بات امتہ المسلمین کو سمجھایئے۔ لوگوں کو بتایئے کہ ان کی ضرورت کیا ہے ان کا مفاد کس طرف ہے اور کہاں ان کے لئے بہتر انجام ہے ایک ایک بندے کو اور اس طوفان کو اس فرعونیت کے مقابلے میں کھڑا کیجئے کوئی بھی نہ آئے تو خود میدان میں کھڑا ہونے سے مت گھبرایئے اللہ آپ کے ساتھ ہے۔

فرشتے سے بہتر ہے انساں بننا

قرب الٰہی کے حصول کو نا قابل التفات سمجھ کر ریشمی دھندوں میں کھپا رہنا اور فانی رابطوں کے بندھنوں میں اپنے آپ کو جکڑے رکھنا اور رب العالمین سے ابدی رابطہ قائم کرنے کی فکر پیدا نہ ہونا انسانیت کی توہین ہے۔ فرشتے سے بہتر ہے انساں بننا۔ جبھی تو کہا گیا ہے کہ اطاعت الٰہی کیلئے فرشتے کو کوئی قربانی نہیں دینا پڑتی۔ مگر انسان کیلئے تو دنیا میں سینکڑوں پابندیاں ہیں۔ بندھن ہیں لذات کی کشش ہے۔ ان بندھنوں کو توڑ کر قرب الٰہی حاصل کرے گا۔ تو فرشتے سے بہتر کیوں کر نہ ہو گا اطاعت اور عبادت میں وقعت اور وزن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی بکھیڑوں کو اللہ اکبر کہہ کر قطع کر دیتا ہے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

مسلمان کی آزادی کون لوٹ گیا

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم نے بڑے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اپنے اصول ارشاد فرما دیئے ہیں۔ آپ انسانی زندگی کا کوئی باب کھول لیجئے' زمانے کے دفتر میں سے کوئی ورق نکال لیجئے' قوموں کے احوال میں سے کسی قوم کے حالات پڑھ لیجئے وہی قانون جو قادر مطلق نے ارشاد فرمایا ہے آپ کو وہاں کارفرما نظر آئے گا۔

لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ اللہ جل شانہ جو فرما دیتے ہیں اسے کوئی بدل نہیں سکتا عادت الہیہ سنت الہیہ یہ ہے کہ نہ اسے اللہ کریم خود بدلتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو تبدیل کرنے کی جرات ہوتی ہے۔ قانون یہ ہے

کَذٰلِکَ سَلَکْنٰہُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ○ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ۔جب کوئی قوم اطاعت الٰہی میں کوتاہی کرتی ہے' جب کوئی قوم اتباع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیتی ہے تو اس کا کردار مجرمانہ کردار ہوتا ہے۔ کسی بھی مومن کے لئے جرم یہ ہوتا ہے کہ وہ ارادتاً" اپنی مرضی سے' غیر اہم یا غیر ضروری سمجھتے ہوئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو چھوڑ دے۔ غلطی کا ہو جانا' فطری کمزوریوں کے باعث کسی کوتاہی کا ہو جانا یہ بھی گناہ ضرور ہے لیکن اس پائے کا نہیں کہ اس پر عذاب الٰہی مرتب ہو جب کہ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے اس سے توبہ کی جائے جب کوتاہی کا احساس ہو تو ندامت کی جائے اور آئندہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے

لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا جو کام حادثتاً" ہو جائے اسے پیشہ نہیں بنایا جاتا۔ غلطی ہو جائے تو غلطی کو زندگی کا راستہ نہیں بنا لیا جاتا اس پر اصرار نہیں کیا جاتا۔ **اصرار علی الضم** بجائے خود بہت بڑا جرم ہے اور کسی بھی صغیرہ گناہ پہ اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ جب کوئی قوم جرائم کی عادی ہو جاتی ہے تو اس کی سزا بڑی انوکھی ہے' بڑی نرالی ہے۔ جتنی سزائیں حدیث شریف میں ارشاد ہوئی ہیں قحط سالی کی' رزق کی تنگی کی' بعض اقوام میں بعض گناہوں کے نتیجے میں قتل و غارت شروع ہو جاتی ہے۔ ان سب میں سے آخری سزا (پہلے ساری تنبیہات ہوتی ہیں کہ شاید لوگ رک جائیں لیکن جب قومیں نہیں رکتیں تو آخری سزا) سب سے سخت سزا اور سب سے آخری سزا یہ ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں انکار ٹھونس دیا جاتا ہے۔

کَذٰلِکَ سَلَکْنٰہُ ہم ٹھونس دیتے ہیں اس طرح سے اس کو **فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ** مجرموں کے دلوں میں **لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ** پھر وہ قرآن کے حقائق پر ایمان نہیں لاتا' ان کا یقین نہیں رہتا اس پر اور تب تک ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ حتی کہ موت آ کر مشاہدات کھول دیتی ہے' آخرت سامنے آ جاتی ہے' عذاب الٰہی نظر آنے لگتا ہے۔ اس وقت توبہ کا وقت گزر چکا ہوتا

ہے' ماننے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے' تلافی مافات کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

ہماری آج کی جو بے عملی ہے اسے آپ ہلکے انداز میں مت لیجئے۔ اس لئے کہ آج وہ بندہ جو کسی ادنیٰ سے بندے کی بات کا انکار نہیں کر سکتا' بہت ہی کمزور ترین بندہ جو گاؤں میں کسی کی بات کا انکار نہیں کر سکتا وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا مذاق اڑاتا ہے۔ صرف انکار نہیں کرتا مذاق اڑاتا ہے۔ اور اس لئے اڑاتا ہے کہ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ کسی گاؤں کے زمیندار کا مذاق نہیں اڑا سکتا کسی اپنی عمر کے کھلنڈرے لڑکے کا مذاق نہیں اڑا سکتا' کسی دکاندار کا' کسی تانگے والے کا مذاق نہیں اڑا سکتا لیکن اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا مذاق اڑاتا ہے سر بازار اڑاتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ تو یہ ہماری قومی غیرت کی تصویر ہے کہ ایک عام آدمی اتنا دلیر ہے۔ نافرمانی ایک الگ بات تھی اس نافرمانی کو اس طرح علی الاعلان کرنا کہ ایک عام آدمی جس کے پاس چھوٹا سا کھوکھا ہے سارا رمضان وہ سارا دن چائے' سوڈا بوتل بیچتا ہے۔ اسے کوئی کسی کا ڈر نہیں' کوئی خوف نہیں۔

اگر رمضان میں وہ چائے بیچتا ہے تو اس کی چائے پیتے کون ہیں؟ جن سے اسے ڈرنا چاہئے۔ اگر رمضان میں وہ سوڈے کی بوتلیں بیچتا ہے تو وہی لوگ پیتے ہیں نا جن سے اسے ڈرنا چاہئے۔ تو وہ کیوں نہ بیچے؟ کس سے ڈرے؟ اور یہ قومی جرم ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے عذاب مختلف طرح کے ہیں' دنیوی زندگی میں سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آپ کی شخصی آزادی سلب ہو جائے۔ اس دنیا میں کسی کو جہنم میں جینے پہ مجبور کرنا ہو تو اس کی شخصی آزادی سلب کر لی جائے۔ آپ یہ دیکھتے ہیں کوئی قتل کرتا ہے' کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے' کوئی چوری کرتا ہے تو اسے ہم جیل میں بھیج دیتے ہیں۔ تو جیل میں کیا ہے؟ اسے دال روٹی بھی ملتی ہے' رات دن بھی وہی ہوتے ہیں' وہی ہوا بھی ہوتی ہے مگر اس کی شخصی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔ اپنی مرضی سے کسی سے مل نہیں سکتا' اپنی مرضی سے کچھ کھا پی نہیں سکتا' اپنی مرضی سے کہیں آ جا نہیں سکتا۔ یہ دنیا کی کتنی بڑی سخت سزا ہوتی ہے۔

قوموں پہ جب عذاب الٰہی آتا ہے تو ان کی شخصی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور ان پر طاغوت اور شیاطین مسلط ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کی پسند سے کھاتے ہیں' وہ ان کی پسند سے پیتے ہیں' وہ ان کا جینا جیتے ہیں' وہ ان کی بات کے تابع رہ کر زندگی گزارتے ہیں۔ آج ہم اسی عذاب میں گرفتار ہیں۔ ہمارا عذاب یہ نہیں ہے کہ ہماری حکومت ٹھیک نہیں ہے' ہمارا یہ عذاب بھی نہیں ہے کہ ہمارے قوانین صحیح نہیں ہیں' ہمارا اصل عذاب یہ ہے کہ ہم پر طاغوت کو' شیاطین کو مسلط کر دیا گیا ہے کہ تمہیں اگر میری غلامی قبول نہیں ہے' اگر تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب نہیں ہے' تو پھر تمہیں شیطان کا اتباع کرنا ہو گا۔ اور وہ قومیں جو خود مجسم شیطان ہیں' وہ یہاں جو نیکی بھی کرتی ہیں وہ نیک کام بھی برائی کے پردے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اور اس کے نتائج بھی برے ہوتے ہیں۔

مثلاً نارکاٹک پہ بڑا زور ہے جی کہ پاکستان میں یہ بلا نہیں ہونی چاہئے۔ بہت اچھی بات ہے۔ منشیات کے اسلام خلاف ہے۔ منشیات کو' منشیات کی تجارت کو حرام قرار دیتا ہے اور آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے شراب کی حرمت کا اعلان فرما دیا تھا اور تب سے اب تک حرام ہے اور **کل مسکر حرام** ہر نشہ آور چیز' ہر سکر لانے والی چیز حرام ہے۔ وہ ہیروئین ہو' وہ چرس ہو' وہ شراب ہو کوئی بلا ہو' اسلام نے اصول دے دیا کہ ہر وہ شے جو انسانی حواس کو **مختل** کرتی ہے وہ حرام ہے۔ اچھی بات ہے نشہ نہیں ہونا چاہئے لیکن یہ ہیروئین امریکہ کے شہروں میں' بازاروں میں بکتی ہے۔ ہر آدمی کے پاس ہوتی ہے۔ لوگ سڑک پر کھڑے ہو کر پیتے ہیں۔ دس گرام ہیروئین ہر آدمی رکھ سکتا ہے' ہر آدمی سر بازار پی سکتا ہے۔ کیوں بھئی پوری دنیا میں امریکہ

زور لگا رہا ہے' یہاں زور لگا رہا ہے کہ بند ہونی چاہئے اور جی کھیت اجاڑ دو یہ کر دو وہ کر دو وہاں وہ کہتے ہیں جی یہ فرد کی شخصی آزادی ہے اور اس میں ہم مداخلت نہیں کر سکتے۔ یعنی ایک بندہ ایک دن کی ضرورت کے لئے ایک گرام اگر وہ سگریٹ میں ڈالے تو دس سگریٹوں کے لئے دس گرام اس کے ایک دن کی ضرورت ہے اور حکومت اس کی شخصی آزادی میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اس سے ہم اس کو نہیں روک سکتے۔ امریکہ اپنے لوگوں کی شخصی آزادی میں مداخلت نہیں کر سکتا لیکن یہاں پوری قوم کی آزادی میں مداخلت کرتا ہے اور کہتا ہے تمہیں اس طرح جینے کا حق ہے اور اس طرح نہیں ہے' یہ بندہ تمہارا وزیراعظم ہو گا اور یہ نہیں ہو گا۔ چاہتا ہے تو وہیں سے کسی کو بھیج دیتا ہے کہ تم جاؤ وہاں جا کر وزیراعظم بن جاؤ' کوئی اف نہیں کر سکتا۔ وہ وزیراعظم رہتا ہو جو چاہتا ہے کرتا ہے' اس کے احکام کی تعمیل ہوتی ہے اور تین تین پاؤ پیتل موڈھوں پر رکھا ہوا بڑے بڑے جرنیل اسے سلوٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسے آسمان سے نازل ہو گیا' بنا بنایا' من جانب اللہ کوئی آگیا۔ یہ ہوتی ہے شخصی آزادیاں۔ ہر شخص کی شخصی آزادی جو ہوتی ہے وہ اس کے اپنے نظریئے' اپنے خیال کے مطابق اس حد کے اندر ہوتی ہے جس حد میں وہ کسی دوسرے کے حقوق میں مداخلت نہیں کرتا۔اس سرکل کے اندر اس کا اپنا عقیدہ' اس کا اپنا ایمان' اس کا اپنا نظریہ' اس کی اپنی تمنا کہ وہ کس طرح زندہ رہنا چاہتا ہے؟ وہ کیا کھانا چاہتا ہے؟ کب سونا چاہتا ہے؟ کب جاگنا چاہتا ہے؟ یہ اس کی شخصی آزادی کے دائرہ کار کے اندر آتا ہے۔

ہمارے ہاں زندگی کا سب سے پرائیویٹ اور ذاتی شعبہ ہے میاں بیوی کی زندگی۔ سب سے پرائیویٹ شعبہ ہے ان کی اولاد' توالد و تناسل۔ وہ بھی امریکہ کے رحم و کرم پر ہے کہ تم اتنے بچے پیدا کر سکتے ہو تم اتنے نہیں کر سکتے۔ یعنی اس سے مزید ذلت کیا ہو گی کہ کوئی قوم من حیث القوم کسی کافر کی غلام ہو کہ جناب اجازت ہو تو ہمارے بچہ پیدا ہوں نہ ہو تو نہ؟ وہی حال جو بنی اسرائیل کا قبطیوں کے اور فرعونیوں کے مقابلے میں تھا کہ فرعون چاہے تو تمہارے بچے زندہ رہیں نہ چاہے تو قتل کر دیئے جائیں اور پھر ہمیں اسی کی وزارت بنانی پڑے۔ میرے خیال میں ہمارے ذرائع ابلاغ میں سب سے زیادہ خرچ جو ہے وہ اسی خاندانی منصوبہ بندی کے اشتہاروں پہ ہوتا ہے اور کروڑوں کی دوائیں اور کروڑوں کی تنخواہیں اور پوری ایک وزارت وہ بھی اس ملک میں جس میں لوگوں کو پینے کا پانی نہیں ملتا لوگ ان گڑھوں سے پانی پیتے ہیں جن میں رات کو خنزیر لیٹتے ہیں' درندوں کا بچا ہوا پانی اور خنزیروں کا گدلایا ہوا پانی لوگ صبح اٹھ کر پینے پر مجبور ہیں' جس ملک کے ایک ایک شہری کو کوئی اسپرو کی گولی نہیں ملتی' علاج کے لئے ترس کر لوگ مر جاتے ہیں' اس ملک کے کروڑوں روپے روزانہ خاندانی منصوبہ بندی پہ خرچ ہوتے ہیں کہ کہیں ان کی قومی تعداد زیادہ نہ ہو جائے' کہیں یہ بڑھنے' پھلنے پھولنے نہ لگیں' کہیں باغی نہ بن جائیں یہ۔ اس لئے انہیں ایک خاص تعداد کے اندر رکھو۔

اس قوم کا حال یہ ہے کہ اس قوم پر ان لوگوں کو مسلط کیا جاتا ہے جو اسے مزید غلام بنائے رکھنے میں غیر ملکی آقاؤں کی مدد کرتے ہیں اور اس میں آج تک کی ہماری ساری سیاسی پارٹیاں شامل ہیں' ساری سیاسی جماعتیں اس میں شامل ہیں' کوئی ایک مستثنیٰ نہیں آج تک۔ ہمارا حال کتنا عجیب ہے اور یہ کیسی عجیب قوم ہے کہ ہر آنے والی حکومت نے یہ نعرہ لگایا کہ جانے والے قومی خزانہ لوٹ کر لے گئے۔ اب جو حکومت سے معزول ہوا حکومت چھوڑ کر چلا گیا بعد میں آنے والا کہتا ہے وہ خزانہ خالی کر کے گیا اور سارا لوٹ کر لے گیا۔ تو حکومت کے پاس جو فورسز ہیں' سول آرم فورسز ہیں یا ریگولر فورسز ہیں' وہ کس لئے ہیں؟ اگر وہ خزانہ آمرہ کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو ان سے ملک کی حفاظت کی امید کیسے رکھی جا سکتی ہے؟ ان فورسز کو

استعمال کریں ان لوٹنے والوں سے نہ صرف خزانہ واپس لیں بلکہ انہیں سرعام پھانسی لگائیں' ان کے مقدمے کھلی عدالتوں میں چلائے جائیں' چوک میں' چورستے میں' لوگوں کو سننے کی اجازت دی جائے' ان کے جرائم ثابت کئے جائیں' انہیں سربازار' چوراہوں میں پھانسی دی جائے ان کی کروڑوں کی ملیں ضبط کی جائیں' ان کی کروڑوں کی کوٹھیاں ضبط کی جائیں' ان کی فارن کی جائیدادیں ضبط کی جائیں' ان کا فارن بھیجا ہوا سرمایہ واپس منگوایا جائے' کیوں نہ لیا جائے؟ لیکن پتہ ہے کرتے کیا ہیں؟ وہ کہتے ہیں قوم کو ایک اور کڑوی گولی نگلنا ہو گی اور قوم کو مزید قربانی دینا ہو گی۔ اور قوم پر ٹیکس بڑھا دیے جائیں گے یعنی وہ جو کھا گیا خیر سے لوٹ کر لے گئے' چور تھے' ڈاکو تھے' بے ایمان تھے' وہ چلے گئے قوم پر ٹیکس لگا دیا جائے۔ پھر دوسری حکومت آتی ہے' پھر وہ واویلا کرتی ہے کہ جناب جو گئے وہ لوٹ کر لے گئے' کچھ نہیں بچا' پھر وہ ٹیکس بڑھا دیتی ہے۔ جیسے کسی رئیس نے ریوڑ پال رکھے ہوں بکریوں کے بھیڑوں کے جانوروں کے گلے اس کے بیٹے عیاش ہو جائیں' وہ جوئے میں سرمایہ ضائع کر آئیں' وہ کہیں شرط لگا کر ہار کر آ جائیں' انہیں برا بھلا تو کہے گا لیکن بیٹے کو بیچ کر تو پیسے پورے نہیں کرے گا' بیچے گا بھیڑوں بکریوں کو ہی۔ وہ پیسے پورے کرنے کے لئے جانوروں کو بیچے گا' اپنی بھیڑوں کو بیچے گا' بکریوں کو بیچ کر وہ نقصان پورا کرے گا۔

ایک عام پاکستانی شہری وہ بھیڑ ہے' وہ بکری ہے جسے حکمرانوں کی عیاشیوں پر خرچ ہونے والی رقم پوری کرنے کے لئے بیچ دیا جاتا ہے۔ چراگاہ محدود ہے ہمارے لئے' اس سے ہماری تعداد نہیں بڑھنی چاہئے یہ نہ ہو کہ ہم گلبرگ جا کر منہ مارنے لگیں' ہمارا ریوڑ امیروں اور دولت مندوں کی چراگاہوں تک نہ پہنچ جائے اس لئے ہمارے بچے محدود پیدا ہونے چاہئیں' اتنے ہی جو غلامی کا حق ادا کر سکیں۔ جس قوم کا قومی حال یہ ہے وہ قوم اس حال پر راضی ہے لیکن واپس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جانے کو تیار نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اس پر بھی ہم توبہ نہیں کرتے' اس پر بھی ہم بس نہیں کرتے' جو اس دفعہ ٹیکس لگے ہیں مجھ پر اور آپ پر' تھوڑی دیر سہارا کیجئے ان کے ثمرات آہستہ آہستہ سامنے آ رہے ہیں۔ ہر وہ غریب آدمی جس نے چھوٹی چھوٹی لو میں' ملیں لگا کر اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھا ہوا تھا اس کے تو سارے تکلے بند ہیں نا' اس میں تو وہ سکت ہی نہیں ہے کہ وہ انہیں چلا کر اور پھر وہ ٹیکس پورے کر کے بچوں کی دال روٹی بھی اس میں سے نکالے اور یہ ٹیکس اس دفعہ لگائے ہی اس لئے گئے ہیں کہ یہ درمیان میں جو ایک طبقہ ہے یہ ہمیشہ خرابی پیدا کرتا ہے' یہ درمیان میں کوئی طبقہ نہیں ہونا چاہئے۔ یا امیر سے امیر تر لوگ ہوں یا غریب سے غریب تر ہوں۔ وہ ہوں جنہیں صرف دال روٹی کی بات آتی ہو اس سے آگے ان میں بات کرنے کی جرات ہی نہ رہے۔ اس درمیان کے طبقے کو ختم کر دیا جائے' درمیان میں کوئی نہیں رہنا چاہئے۔

اسلام ارتکاز دولت کا دشمن ہے۔ اسلام کسی ایک جگہ دولت کو جمع نہیں ہونے دیتا' اسلام اسے روٹیٹ کرتا ہے۔ ایک عام آدمی سے لے کر شہنشاہ تک اس کی تقسیم کا ایک نظام بنا دیتا ہے۔ اسلام کا معاشی نظام دولت کے فلو کو جاری رکھتا ہے۔ وہ ایک چشمہ ہے جو بہتا رہتا ہے اور اللہ کے بندے اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں ذرا زیادہ جمع ہو جاتا ہے وہاں زکوۃ اور صدقات نافلہ لگا دیتا ہے اور وہاں سے اس پانی کو نکال کر اگلوں تک پہنچا دیتا ہے' جوہڑ نہیں بننے دیتا لیکن غیر اسلامی معاشی نظام کچھ لوگوں کو عیش کرنے کے لئے سرمایہ دیتا ہے' کچھ لوگوں کو بھوکا مرنے کے لئے پیدا کرتا ہے۔ آج ہمارا حال ہمارے اپنے ملک میں' ہمارے اپنے گھر میں یہی ہے کہ کچھ لوگ غریب سے غریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور روز بروز پستے چلے جا رہے ہیں کچھ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی بھی حکومت نے' وہ پیپلز پارٹی کی تھی' مسلم لیگ کی تھی' کنونشن لیگ کی تھی یا مارشل لاء تھا' کسی بھی

حکومت نے کوئی لوٹا ہوا قومی سرمایہ کسی لوٹنے والے سے واپس نہیں لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ حکمران طبقہ جو ہے ان کا ایک آپس کا معاہدہ ہے۔ اگر وہ لڑتے ہیں تو اس لوٹ پر کہ تم نے اتنا عرصہ لوٹ لیا' اب میری باری ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھلے کے لئے نہیں۔ کسی دین کے نفاذ کے لئے نہیں' کسی حق اور انصاف کے لئے نہیں بلکہ خون چوسنے کے لئے لڑتے ہیں کہ تم بہت کھا چکے ہو اب اس کا گلا میرے منہ میں دے دو۔ درندے اگر لڑتے ہیں تو وہ اس لاش کے ٹکڑے بانٹنے پر لڑتے ہیں اس لاش کی حمایت میں نہیں لڑتے' اس شکار کو خوش نہیں ہونا چاہئے کہ دو بھیڑیئے لڑ رہے ہیں میں بچ جاؤں گا' جو بھی زندہ بچے گا تجھے پھاڑ کھائے گا۔ تو اس حال میں قوموں کے تین طبقے ہوا کرتے ہیں۔ ہر قوم میں' ہر زمانے میں' جب اس طرح کی مصیبتیں آتی ہیں تو لوگ تین حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ قران حکیم نے بنی اسرائیل کی مثال اس طرح دی ہے۔

ان میں بھی تین حصے بن گئے تھے' ایک وہ جو مسلسل جرم کئے جا رہے تھے' کچھ اللہ کے بندے ان میں ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے قوم کو روکنے کی کوشش کی اور منع کرنا شروع کیا کہ یہ غلط ہے زیادتی مت کرو' اپنے آپ پر ظلم نہ کرو' احکام الٰہی کی نافرمانی تمہیں کہیں کا نہ رکھے گی۔ لیکن ایک بہت بڑا طبقہ درمیان میں وہ بھی تھا جو خود جرم نہیں کرتا تھا اور کسی کے جرم پر وہ فکر بھی نہیں کرتا تھا کہ ہم کسی جرم میں حصہ نہیں لیں گے اس سے زیادہ ہمارے بس میں نہیں' ہم کسی گوشے میں بیٹھ کر اپنا وقت گزار لیں گے' ہمارا اللہ مالک ہے' ہم نماز روزہ کرتے ہیں' جھوٹ نہیں بولتے' حرام نہیں کھاتے' کسی گناہ میں شریک نہیں ہوتے اور اپنی اللہ اللہ کرتے ہیں اللہ کریم نے جب عذاب الٰہی بھیجا۔

وَجَعَلَهُمُ مِنَ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ "ہم نے انہیں خنزیروں اور بندروں کی شکل میں تبدیل کر دیا" قرآن حکیم ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان میں سے کچھ بندروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے کچھ خنزیروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور جب صبح ہوئی تو چلاتے تھے درندے' جانور' بندر' خنزیر۔ شور تھا ایک۔ جو لوگ منع کرتے تھے جب انہوں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ خنزیروں بندروں کی طرح چلا چیخ رہے تھے۔ دو دن' تین دن چیختے چلاتے رہے اور ختم ہو گئے۔

(یہ غلط فہمی نہ رہے کہ بندروں اور خنزیروں کی نسلیں جو دنیا میں موجود ہیں یہ کبھی انسان تھے مسخ ہوئے جو انسان مسخ ہوتے تھے وہ ان کی نسلیں نہیں چلتی تھیں وہ تباہ ہو کر مر جاتے تھے۔ یہ اللہ کی الگ مخلوق ہے۔)

تو وہاں قرآن حکیم نے ابتدا میں تینوں کا ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ جو نافرمانی کرتے تھے' کچھ نے نافرمانی نہ کی مگر نافرمانی سے روکا بھی نہیں اور کچھ جو منع کرتے تھے۔ لیکن جب عذاب آیا تو دو جماعتیں ہو گئیں روکنے والے عذاب سے بچ گئے اور باقی سارے خنزیر اور بندر بن گئے۔ چونکہ صرف جرم نہ کرنا نیکی نہیں ہے' جرم پر انکار بھی نیکی کی بنیادی ضرورت ہے۔ ایمان لانا' اللہ کو مان لینا' کافی نہیں ہے۔ غیر اللہ کی الوہیت کا انکار بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ضروری اللہ کی الوہیت کا اقرار ہے۔ لا الہ پہلے ہے اور الا للہ بعد میں ہے۔ غیر اللہ کی الوہیت کا انکار مقدم ہے اللہ کی الوہیت کے اقرار پر۔ یہ اتنا ضروری ہے کہ جرم نہ کرنا ایک بات ہے لیکن جرم کرنے والوں کا رد کرنا' انکار کرنا' جرم کی تردید کرنا' یہ جرم نہ کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ ورنہ جو جرم نہیں کرتا اور جرم ہوتے دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے اسے اس جرم میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ آپ اپنے قانون میں دیکھ لیجئے ایک آدمی قتل نہیں کرتا لیکن اس نے کسی کو قتل کرتے دیکھا اور قاتل نے قتل چھپا دیا' چھ مہینے بعد' سال بعد' دس سال بعد' پتہ چلا فلاں آدمی نے قتل کیا تھا اس پر ثابت ہو گیا۔ جب یہ ثابت ہو گیا فلاں دیکھ رہا تھا تو اعانت جرم میں برابر کا شریک' اس کا بھی چالان ہو جاتا ہے کہ دیکھ کر یہ اس کا کام تھا کہ آ کر ذمہ دار افراد کو بتاتا کہ فلاں بندے نے قتل کر دیا ہے۔ اگر اس نے نہیں بتایا تو اس کا

مطلب ہے کہ قاتل کی اعانت کی ہے اس نے اور یہ اعانتِ قتل کا مجرم ہے۔ اعانتِ قتل ایسے ہوتی ہے جیسے دو آدمی تلوار مارتے ہیں' ایک آدمی ایک کی تلوار سے زخمی ہوا دوسرے کا گھاؤ زیادہ تھا اس سے مر گیا' مارا دونوں نے برابر۔ تو اس طرح ہلکا گھاؤ لگانے والا بھی اس پوری سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ یہی قاعدہ انسانی زندگی میں بھی نافذ العمل ہے اور یہ بنیادی اصول ہے کہ جرم پر خاموشی جو ہے وہ اعانتِ جرم شمار ہوتی ہے۔

تو ہم اندازہ کر سکتے ہیں اپنی غیرت ملی کا کہ ہم اپنی شان کو' اپنی ذات کو اپنے وجود کو' کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ کس کی جرات ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کر سکے' ہمارے سامنے' اس کو یہ جرات ہے کہ وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پامال کر سکے ہمارے سامنے اور پھر وہ ہمارا دوست بھی ہے' ہمارا اس کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ نہ تعلق میں کوئی خرابی آتی ہے' نہ دوستی میں کوئی فرق آتا ہے اور وہ سارا کچھ ایسے ہی چل رہا ہے۔ ایک آدمی کے' کوئی سگا بھائی دس روپے لے کر دینے سے انکار کر دے تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ سارا دین وہ چھوڑ دے تو کہتے ہیں مجبور ہیں جی کیا کریں رشتہ دار ہے۔ اس کی ذاتی جائیداد میں سے' اس کی ذاتی خواہشات میں سے' اس کی ذاتی کسی بات سے ذرا اختلاف ہو کسی رشتے کی کوئی پرواہ نہیں رہتی کہ میری اس نے بات نہیں مانی' میرے ساتھ یہ فلاں جگہ نہیں گیا' میں فلاں کام کر رہا تھا اس نے میری مدد نہیں کی' رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ سارے کا سارا دین چھوٹ جائے کہتے ہیں جی کیا کریں' جی مجبور ہیں رشتہ دار ہیں۔ یہ مجبوری پھر ان رشتہ داروں کے ساتھ وہ ثمرات بھگتنے پہ بھی مجبور کر دیتی ہے جو ان کی ہر برائی کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ بدکاروں کی بدکاری کے سبب جو زوال آیا ہے کیا ہمارے نمازی' تہجد خوان اور ذاکر سارے اس میں حصے دار نہیں ہیں؟ ہم کیوں حصے دار ہیں اس میں؟ ہم تو اپنی رقم پر سود بھی نہیں لیتے' ہم تو کب سے سود کے خلاف محنت کر رہے ہیں' مجاہدہ کر رہے ہیں' کوشش کر رہے ہیں' ہم تو کب سے اس عدالتی نظام کے خلاف بات کر رہے ہیں لیکن ہم اس لئے حصے دار بن جاتے ہیں کہ جب ہم میدان میں اس کی مخالفت میں کھڑے نہیں ہو سکتے تو صرف اپنی ذات کو الگ کر لینا مطلوب نہیں ہے۔ مطلوب اس برائی کا روکنا ہے' مقصد اس نظام کا روکنا ہے' مقصد اس خرابی کو دور کرنا ہے۔ بڑے مزے سے آج ایک انپڑھ' ایک جاہل' ایک اجڈ آدمی اٹھ کر خلافت راشدہ پہ اعتراض کرتا ہے' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر اعتراض کرتا ہے' فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب پر اعتراض کرتا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منتخب ہونے پر معترض ہوتا ہے۔

لیکن آپ نے کبھی یہ سوچا یہ ہم سب جو ووٹ دیتے ہیں کیا یہ بیعت نہیں ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت تصوف کی نہیں تھی' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پیری مریدی کی نہیں تھی' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت' بیعت امارت تھی' حکومت کی بیعت تھی۔ سلطنت کے اقتدار کی بیعت تھی۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب قومی سربراہ کے طور پر تھا۔ حاکم بننے کے لئے تھا' امیر بننے کے لئے تھا' امیر المومنین بننے کے لئے تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت' بیعت خلافت تھی' امارت تھی' حکومت تھی' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت حکومت کی بیعت تھی' سلطنت کی بیعت تھی' اس پہ تو اعتراض ہوتا ہے لیکن جن سے ہم بیعت کرتے ہیں وہ درست ہے؟ اس وقت بیعت کی صورت یہ تھی کہ بندے بلا لئے اور انہوں نے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا یا پھر ہر شہر میں ذمہ دار مقرر ہو گئے' گورنر یا امیر یا اس شہر کا کوئی آدمی' اس کے سامنے آکر سب نے لبیک کہہ دیا۔ آج کی بیعت یہ ہے کہ صندوقچی رکھ دی اور آپ نے "ہاں" یا "نہ" لکھ کر اس میں ڈال دی کہ میں بیعت کرتا ہوں' میں نہیں کرتا۔ ہے تو وہی نا کہ وہ بھی رائے دیتے تھے کہ یہ امیر ہونا چاہئے اور ہم بھی رائے دیتے ہیں۔ تو جن سے ہم

بیعت کر رہے ہیں یہ کیا اس کے اہل ہیں؟ آج تیس سے لے کر تینتیس فیصد تک پولنگ پر حاضری ہوتی ہے۔ پورے پاکستان کے پولنگ سٹیشنوں کے ریزلٹس میں نے دیکھے ہیں' اکثریت جو ہے وہ تیس اور تینتیس کے درمیان رہتی ہے۔ اس کا مطلب ہے سڑسٹھ فیصد سے لے کر ستر فیصد تک لوگ پولنگ میں حصہ نہیں لیتے۔ اس لئے کہ وہ اس نظام سے بیزار ہیں' وہ ووٹ دینے جاتے ہی نہیں لیکن ووٹ دینے جو نہیں جاتے' جو حکومت بنتی ہے کیا وہ ان پر حاکم ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟ تو پھر ان کے ووٹ نہ دینے سے کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو بدمعاشوں کو میدان خالی مل گیا۔ صرف ووٹ نہ دینا ضروری نہیں تھا' ستر فیصد اکثریت کو چاہئے تھا کہ وہ وہاں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کہتے کہ "یہ باطل ہے نظام ہمیں یہ نہیں چاہئے۔" یہ جو نظام سلطنت آپ بنا رہے ہیں' یہ جو جمہوری انداز ہے آپ کا' یہ جو مغربی جمہوریت ہے' یہ ہماری ضرورت نہیں۔ ہم مسلمان ہیں ہمارا طریق انتخاب اسلام' قرآن و سنت اور طریق خلافت پہ ہونا چاہئے۔ اس طرح سے جسے اسلام امیر بناتا ہے' ہم اس کے غلام ہیں' ہم اس کے نوکر ہیں اور جسے اسلام قبول نہیں کرتا اسے امیر قبول نہیں کرتے۔"

جس طرح بنی اسرائیل کے گوشہ نشین ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئے تھے کیا آج ہمارا نیک اور پارسا طبقہ بدکاروں کے ساتھ پس نہیں رہا؟ کیا ہم سب اسی عذاب کے سانچے سے نہیں گزر رہے جو بدمعاشوں' بے دینوں' بدکاروں' سود خوروں کا لایا ہوا ہے؟ کیوں گزر رہے ہیں جب کہ ہم سود نہیں کھاتے' بدمعاشی نہیں کرتے' چوری نہیں کرتے کسی کا مال نہیں چھینتے؟ اس لئے کہ ہم اس نظام کے خلاف بھی تو کھڑے نہیں ہوتے اور کسی جرم پر خاموش رہنا اعانت فی الجرم ہے۔ اس جرم میں مدد کے مطابق ہے۔ جو برابر کا شریک ہے اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کی زد میں' اس وزارت کے دائرہ کار میں میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں' سودی نظام معیشت کے دائرہ کار میں میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں' یہودیوں کے لئے سواری کے لئے گدھے میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں لیکن پھر بھی ابھی گنجائش ہے کہ ہمیں سجدہ کرنے کی توفیق ارزاں ہے' ابھی گنجائش ہے کہ ہم تلاوت کر لیتے ہیں' ابھی گنجائش ہے کہ کبھی ہم اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں' ابھی گنجائش ہے کہ ہمیں جمعے کو بات سننے کی توفیق ہے۔ ڈریئے اس دن سے کہ جب دلوں میں کفر اور انکار ٹھونس دیا جائے اور یہ جو کچھ باقی ہے یہ بھی جاتا رہے۔ چونکہ ہمارے اردگرد' ہمارے خاندانوں میں' ہمارے گھروں میں' ہمارے عزیزوں' ہمارے رشتہ داروں میں' کتنے لوگ موجود ہیں جن کے دلوں میں یہ ٹھونس دیا گیا ہے اور وہ قرآن کا' دین کا' اسلام کا' مذاق اڑاتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے جب کسی کا تاپ ایک سو پانچ' ایک سو چھ پہ جاتا ہے تو ہذیان بکنے لگ جاتا ہے' اول فول بکتا ہے' یہی گناہ کا تاپ جب ایک سو پانچ' ایک سو چھ سے گزرتا ہے تو پھر آدمی ہذیان بکنا شروع کر دیتا ہے' اول فول بکتا ہے' دین کے خلاف' اللہ کے خلاف' اور اللہ کے نظام کے خلاف' اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف' پھر اسے تنقید سوجھتی ہے اور ڈر اس بات کا ہے (مجھے مٹ جانے کا ڈر نہیں' مر جانے کا خوف نہیں ہے' اس لئے کہ انسان مرنے کے لئے پیدا ہوتا ہے' اسے مرنا ہے' موت زندگی کے راستے کا ایک دروازہ ہے اس میں سے گزرنا ہے۔ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے' اس کے لئے تیاری کی ضرورت ہے۔ اس میں سے گزرنے کی تیاری کی ضرورت ہے کہ آدمی آبرو سے گزر سکے اس سے اوائڈ (چشم پوشی) نہیں کیا جا سکتا متبادل راستہ کوئی نہیں کہ آپ اسے چھوڑ کر ادھر سے نکل جائیں۔ نہیں' اسی دروازے سے گزرنا ہے اور اس کے لئے تیاری کی ضرورت ہے کہ مرنے سے پہلے یقین کا یہ چھوٹا سا درجہ ہے جو ہمارے پاس ہے جو کبھی ہمیں تہجد کے لئے اٹھنے پر مجبور کر دیتا ہے' جو کبھی ہمیں بغیر عشاء ادا کئے سونے نہیں دیتا' جو کبھی ہمیں رمضان میں کھانے پینے کی جرات نہیں آنے دیتا

ہم میں' ہمیں روزہ رکھنے پہ مجبور کرتا ہے' یہ چھوٹا سا جذبہ جو ہم سے زکوۃ دلواتا ہے' جو ہم سے اللہ کے نام کی تسبیحات پڑھواتا ہے' کہیں یہ نہ چھن جائے۔ ڈر اس بات کا ہے اور اگر اس کے دفاع کے لئے' اس کے تحفظ کے لئے' اس کو جاری و ساری کرنے کے لئے' اس کو حاکم بنانے کے لئے' اس کے غلبے کے لئے نہ لڑسکے تو محکوموں کے پاس یہ جذبہ نہیں رہتا۔ محکوموں کی سب سے بڑی نامرادی یہ ہوتی ہے کہ ان سے یہ جذبہ حریت' یہ جذبہ دین داری' یہ جرات رندانہ چھین لی جاتی ہے اور کفر ٹھونس دیا جاتا ہے جس طرح کوئی کیل ٹھونس دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِي قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ ہم بدکاروں کے دلوں میں اسے ٹھونس دیتے ہیں۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔ جب تک آخرت کے درد ناک عذاب سامنے نہیں آجاتے وہ کسی کی سنتے ہی نہیں مانتے ہی نہیں۔ ڈریئے اس دن سے کہ خدانخواستہ یہ سزا نہ وارد ہو جائے اور وہ عبادات جو آج ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہیں کل کہیں ہم کھڑے ان کا مذاق نہ اڑا رہے ہوں۔ آپ کو یاد نہ ہو مجھے یاد ہیں ایسے لوگ۔ میں نے ایک ایسے بندے کو دیکھا جس کے پاس حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شاگرد کو بھیجا کہ اسے کچھ دن اپنے ساتھ رکھو اس نے تیسرے دن واپس کر دیا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا بھائی کیوں؟ اس نے ساتھ خط میں لکھا کہ حضرت یہ دن میں پانچ نمازوں کے لئے پانچ دفعہ وضو کرتا ہے' ایسا بندہ میں اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ اس کی اپنی عادت تھی کہ وہ تہجد کے لئے وضو کرتا اور عشاء پڑھ کر باہر جاتا تھا۔ اتنی قلیل غذا تھی اس کی اور اس طرح کا اس کا نظام جسمانی عادی ہو چکا تھا کہ عشاء پڑھ کے سوتا اور اٹھ کر تہجد کے لئے وضو کرتا پھر فجر چاشت ظہر عصر مغرب عشاء تک وہ اسی وضو میں رہتا۔ وہ کہنے لگا میں کسی ایسے بندے کو سکھانے کے لئے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا جو ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتا ہو اور اس کا مطلب ہے کہ ایک کے بعد اگلی نماز تک یہ بے وضو رہتا ہے تو میں اسے پاس نہیں رکھوں گا۔ اس بندے کو پھر میں نے اس حال میں بھی دیکھا کہ وہ اللہ کا انکار کرتا تھا اور مذاق اڑاتا تھا دین کا۔ وہی بندہ' وہ کہتا تھا یہ پتھر خدا ہے' یہ لوٹا خدا ہے' یہ دیوار خدا ہے' بتاؤ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ خدا نہیں ہیں؟ اس حال سے اس حال تک وہ کیوں پہنچا؟ وہی بنیادی بات تھی جو اس نے بندہ واپس کر دیا تھا تا کہ میں صرف پارساؤں کو ساتھ رکھوں گا۔ اس کا کام تھا میدان میں برائی کا مقابلہ کرنا' جس سے اس نے انکار کر دیا۔ بنے بنائے پارسا نہیں ملتے تھے اس کو اس کو چاہئے تھا کہ برائی کا مقابلہ کرتا اور بدی سے چھین کر لوگوں کو پارسا بناتا۔ یہی جرم تھا اتنے بڑے بزرگ کا۔ مراقبات میں اس وقت چھٹے عرش پر اس کے منازل تھے۔ ہم سنا کرتے تھے کہ عرش میں بھی منازل ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر چیز کا انکار کر کے بالآخر پاگل ہو گیا' دیوانہ ہو کر بھاگ گیا۔ پھر گھر والوں کو بھی نہیں ملا۔ پتہ نہیں کہاں ہلاک ہوا؟ کہاں مر گیا؟ کوئی نام و نشان ہی نہیں۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی۔ کیوں اتنا انکار! اتنا بڑا بندہ' اتنا نیک' اتنا پارسا' اور اتنا دور! فرمایا۔

سَلَكْنٰهُ فِي قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ ہم ٹھونس دیتے ہیں انکار کو مجرموں کے دلوں میں برائی سے اجتناب اور برائی کا انکار نہ کرنا اور برائی کا مقابلہ نہ کرنا' سب سے بڑا جرم ہے۔ اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ کوئی کتنا پارسا بنا پھرتا ہے؟ اس نے تو حکم دیا ہے کہ میرے دین کو غالب کرو۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ مقابلہ کرو کافرانہ طرز حیات کا اور مومنانہ طرز زندگی کو غالب کرو' ہر طرح کے مکتب فکر پر ہر سوچ پر ہر نظریئے پر ہر تہذیب پر۔ اسلام کو غالب کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا ہے تو جو اس غلبہ اسلام میں مدد نہیں کر سکتا اس کی پارسائی اللہ نے اس کے منہ پہ دے ماری۔ یہ ہے وہ سزا جس سے ڈرنا چاہئے۔ کیا زندگی کے یہ تلخ تجربات کسی انسان کو سیدھا رکھنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو

زندگی کی کتاب کے اوراق میں لکھے ہوئے ہیں میں یہ تاریخوں کی بات نہیں کر رہا۔ میں وہ بات آپ کو سنا رہا ہوں جس کا حصہ ہوں میں، جس کا گواہ ہوں میں، جو میں نے دیکھی ہے، جو مجھ پر بیتی ہے۔

تو لوگو! یاد رکھو بہت بڑی سزا یہ ہے کہ جب انکار کو کسی کے دل میں ٹھونس دیا جائے اور پھر اسے سارا دین خرافات نظر آئے، ناقابل عمل نظر آئے فضول اور بے کار۔ کیا دعوی اسلام والے یہ نہیں کہتے کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں؟ یہ کہنے والا کوئی یہودی یا عیسائی تو نہیں ہے، اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ کیسا عجیب اسلام ہے کہ اسے اسلام کی سزاؤں میں وحشت نظر آتی ہے، مغرب کی تہذیب میں وحشت نظر نہیں آتی، مغرب کی بے حیائی میں وحشت نظر نہیں آتی، مغرب کے سودی نظام میں وحشت نظر نہیں آتی۔ مغرب خنزیر سے لے کر کیڑے مکوڑے تک کھا جاتا ہے اس میں اس کو غلاظت نظر نہیں آتی، وحشت نظر نہیں آتی۔ زندہ کتے کا سوپ بنا کر پیا جاتا ہے اس میں وحشت نظر نہیں آتی اور اسلام جرم روکنے کے لئے جو سزا دیتا ہے اس میں اسے وحشت نظر آ رہی ہے۔ حالانکہ اسلام کی سزائیں نہایت عادلانہ نظام ہے اللہ رب العلمین کا دیا ہوا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافذ فرمایا ہوا۔ اور جس نظام کی سزائیں وحشیانہ ہوتی ہیں وہ سارا نظام وحشیانہ ہوتا ہے، اس میں تہذیب نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ چونکہ سب سے سنسیٹو (احساس) اور سب سے نازک نظام، نظام عدل ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کی بھلائی، کامیابی یا اس کی خرابی، اس کی کمزوری کا جائزہ لینے کے لئے، کسی بندے کو بھی اللہ نے شعور بخشا ہے تو وہ اس کا نظام عدل دیکھے گا۔ معیشت نظام عدل کے تابع ہوتی ہے۔ لوگوں کے حقوق کا تحفظ نظام عدل کے تابع ہوتا ہے اور اگر اسلام کا نظام عدل ہی وحشیانہ ہے تو اس کا مطلب ہے اسلام مذہب ہی وحشیوں کا ہے، عقیدہ ہی وحشیانہ ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ کہنے کے باوجود بندہ ملک کا سربراہ بنتا ہے، بندہ ملک پہ حکومت کرتا ہے، بندہ مسلمان کہلاتا ہے، مسلمان حکومت کا سربراہ کہلاتا ہے اور ہم میں آپ، میرا بھائی، بیٹا ہم اس کی بیعت کرتے ہیں، ووٹ دیتے ہیں، اسے حکمران بناتے ہیں۔

میری گزارش یہ ہے کہ آیئے اس کافرانہ نظام کے سامنے سینہ سپر ہوں، اسے روکیں اسے بتائیں کہ وحشت تم میں ہے اسلام کے نظام عدل میں نہیں اور یہ آپ کے ملک کا آئین کا حصہ ہے کوئی غیر قانونی کام نہیں ہے پہلا جملہ ہے ملک کے قانون کا۔

THE QUARAN AND SUNNAH WILL BE THE SUPREME LAW OF THE COUNTRY.

کہ قرآن اور سنت اس ملک کا سب سے اعلی قانون ہو گا۔ بات ختم۔ آپ حکومت بنانا چاہتے ہیں آپ الیکشن کرانا چاہتے ہیں، انتخاب کرنا چاہتے ہیں تو قرآن و سنت کے مطابق انتخاب کرایئے۔ قرآن و سنت کا انتخابی طریقہ کیا ہے؟ خلافتِ راشدہ کا انتخابی طریقہ کیا تھا؟ کس طرح امیر المومنین کا انتخاب کیا جائے؟ اس طرح منتخب کیجئے۔ کیا شرائط ہیں ملک کا امیر اور سربراہ بننے کے لئے؟ وہ شرائط اس بندے میں تلاش کیجئے۔ اسے بنایئے سربراہ۔ کس طرح کی شرائط ہونی چاہئیں وزیر میں؟ گورنر کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے؟ اور اس میں کیسے لوگ اسے منتخب کریں؟ کن لوگوں کی رائے اس کے ساتھ ہونی چاہئے یہ سب ہو تو ہمیں کوئی انکار نہیں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کم از کم

آپ کے آئین پاکستان کی جو بنیاد ہے اس پہ تو کاربند ہو جائیں۔ اپنا ملکی آئین اور دستور جو ہے اس بنیادی اصول کے مطابق کر لیجئے۔ ملاں کی بات کو چھوڑیئے، ہماری بات کو، ملاں کی بات کہہ کر ٹھکرا دیجئے لیکن جو آپ کے دستور کی بات ہے اس کو تو مانئے۔ اگر قرآن و سنہ سپریم لاء ہو گا تو آپ کا معاشی نظام سپریم لاء کے تابع کیوں نہیں ہے؟ اگر یہ قرآن و سنہ سپریم لاء ہے تو آپ کا تعلیمی نظام اس کے تابع

کیوں نہیں ہے؟ آپ کا سیاسی ڈھانچہ اس کے تابع کیوں نہیں ہے؟ بڑی سادی سی بات ہے اگر نہیں ہے تو میرا' آپ کا' ہم سب کا یہ فرض ہے کہ ہم مطالبہ کریں کہ اس کو قرآن و سنت کے تابع کیا جائے اور اگر ہم میں یہ تک کہنے کی جرات نہیں ہے تو ڈریئے اس دن سے کہ غیرت الٰہی کبھی ہمیں' ہمارے ان ٹوٹے پھوٹے سجدوں سے بھی محروم نہ کر دے اور ہماری پارسائیاں اٹھا کر ہمارے منہ پر نہ دے ماریں کہ لے جاؤ یہ اپنے سجدے اور لے جاؤ یہ اپنا مقدس دامن اور لے جاؤ اپنے جھوٹے آنسو۔ یہ مگرمچھ کے آنسو بہانے آ جاتے ہو میرے دروازے پر میدان عمل میں تمہارا خون کیوں نہیں گرتا؟ چودہ کروڑ مسلمان جو پاکستان میں رہتے ہیں کیا انہیں یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں نفاذ اسلام کا مطالبہ کریں؟ کیا انہیں یہ حق حاصل ہے کہ چین میں مطالبہ کریں؟ جاپان میں جا کر کریں؟ امریکہ یا برطانیہ افریقہ میں جا کر کریں؟ تو پھر ان کا یہ حق کہاں ہے اس ملک میں' اس زمین پر اپنا نظام رائج کریں اور اگر یہاں بھی ہم اپنا یہ حق استعمال نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس ملک کو اجاڑنے کے جرم میں اور اس پر کافروں کی حکومت قائم رکھنے کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

یوم آزادی آ رہا ہے۔ بتایئے قوم کو کہ یہ بدترین غلامی ہے جسے آپ کو آزادی کا دعویٰ دے کر دیا جا رہا ہے۔ گھوڑے پر زین کس کر اس کے اوپر ایک سوار بٹھا دو اور اسے کہو تم آزاد ہو جدھر مرضی ہے' جتنا مرضی ہے دوڑ کر دیکھو۔ یہی آزادی ہے ہماری کہ لگام بھی ہمارے منہ میں امریکہ کا ہے' ہم پر زین کس کر' چیچکی بھی امریکہ کا غلام بٹھا دیا گیا ہے' کہ تم آزاد ہو بھاگ لو جتنا بھاگتا ہے۔ پوری قوم کو لگا دیا گیا تماشوں میں' رنگ برنگی جھنڈیوں میں' نعروں میں اور ڈوم اور ملک کے سارے بدکار اور کنجر امام بن گئے یوم آزادی کے۔ کسی زمانے میں جنہیں کنجریاں کہا جاتا تھا آج وہ آزادی کی امام ہیں۔ وہ آزادی پر نغمے گائیں گی' ناچیں گی' کروڑوں روپے کا ٹیلی ویژن پہ لگا ہوا آپ ایک سیٹ دیکھئے۔

جو آزادی کے لئے سٹار نائٹ پر رام کے لئے لگے گا۔ صرف وہ ایک سیٹ دیکھئے۔ وہ ان غریبوں کے خون سے سجتا ہے جن کو دوا کے پیسے نہیں ملتے' جن غریبوں کو ایک قطرہ پانی کا نہیں ملتا' جن کے بچے چرواہے ہیں اور ریوڑوں کے ساتھ گزارہ کر جاتے ہیں۔ وہ بھی جرنیل بن سکتے تھے' کتنے ڈپٹی کمشنر' کتنے کمشنر' اور کتنے گورنر ہیں جو اس ملک کی بھیڑوں بکریوں کے ساتھ مر جاتے ہیں۔ اگر انہیں بھی کوئی تعلیم دیتا' انہیں بھی کوئی سنبھالتا' انہیں بھی سکھاتا' ان میں سے بھی کتنے گورنر بنتے' کتنے کمشنر بنتے' ان میں سے بھی کتنے جرنیل بنتے لیکن وہ تو سپاہی بھی نہ بن سکے۔ وہ تو ملک کی سرحد پر مر بھی نہ سکے' وہ تو بھوک اور افلاس کے ہاتھوں بکریوں کے گلے چراتے جنگلوں میں مر گئے' انہیں کوئی جانتا تک نہیں۔ کیوں؟ کیا جرم ہے اس قوم کا؟ کیا جرم ہے ان غریبوں کا؟ کیا جرم ہے ان بچوں کا جنہیں زیور تعلیم سے محروم رکھا گیا؟ کیا جرم ہے غریب کے بچوں کا؟ کیا صرف امیروں کے گھروں میں گورنر اور وزیر پیدا ہوتے ہیں؟ کیا صرف بدمعاشوں' بے دینوں اور حرام خوروں کے گھروں میں اتنے عالی ذہن پیدا ہوتے ہیں؟ کہ وہ حکمران بن سکیں؟ کسی نیک' کسی دیندار' کسی شریف آدمی کے گھر کوئی ٹیلنٹ پیدا نہیں ہوتا؟ یہ اس کافرانہ نظام کی سزا ہے ہمارے لئے جسے ہم رد نہیں کرتے اور ہمیں کرنا ہو گا۔ یہ ہماری مجبوری ہے۔ یا ہمیں اس نظام کو رد کرنا ہو گا یا نظام قدرت ہمیں رد کر دے گا۔ بڑی سیدھی سیدھی بات ہے۔ اس میں کوئی غلط فہمی کی بات نہیں۔ میں کبھی آپ کو جھوٹی تسلی نہیں دوں گا۔ کہ خیر ہے گزارا کرو' دعائیں کرو' دیگیں پکاؤ' نہیں' اللہ کا تمہاری دیگوں کی نہیں' اللہ کو تمہاری لمبی دعاؤں کی نہیں' اللہ کو تمہاری اس للکار کی ضرورت ہے جو آج کفر کے بدن پر لرزہ طاری کر دے وہ فرشتوں کو یہ کہنا چاہتا ہے' اس کی ادا یہ اسے پسند ہے' فرشتوں کو بلا کر اس نے بدر میں کہا تھا کہ "تم کہتے تھے انسان پیدا نہ کرو دیکھو یہ انسان ہیں' یہ ہیں

انسان۔" وہ ہزار انسان نہیں جن کا لشکر کے سے دندناتا ہوا آ رہا ہے' یہ تین سو تیرہ انسان ہیں یہ دیکھو! یہ میرے بندے ہیں! اس کی پسند آپ کو میدان عمل میں ملے گی' اس کی پسند آپ کو تلوار کی چھاؤں میں ملے گی' اس کی پسند آپ کو نوک سناں پہ ملے گی۔ اور یہ سجدے تو بڑی مخلوق کر رہی ہے۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ "کائنات میں جس چیز کا وجود ہے وہ اس کی تسبیح کرتی ہے۔" میں نے کی' آپ نے کی' تو کون سا تیر مارا' درخت کرتا ہے' پہاڑ کرتا ہے' پتھر کرتا ہے۔ انسان کا کمال تو یہ ہے کہ وہ اس تسبیح کو حاکم بنا دے' نظام بنا دے کائنات کا' تہذیب بنا دے' جینے کا ڈھنگ بنا دے۔ انسان کے ذمے تو یہ ہے کہ ہر ہر ادا تسبیح بن جائے' ہر ہر ضابطہ تسبیح بن جائے خرید و فروخت عبادت بن جائے' بیع و شراء عبادت بن جائے' سیاست و امارت عبادت بن جائے' کاروبار زندگی عبادت بن جائے' ہر جگہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ ہو' ہر جگہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا پرچار ہو۔ یہ ذکر الٰہی ہے کہ ہر بات میں اللہ کی یاد آئے' ہر بات میں نبی علیہ السلام کا نام آئے۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارا وجود ہماری دولت ہمارے عزیز و اقارب ہماری عقل و دانش اللہ کے دین کی بلندی کے کام میں خرچ ہو۔ وہ ہمیں قبول فرمائے اور اس ملک پر دین کی حکومت قائم فرمائے۔

مخیر احباب سے اپیل

الفلاح فاؤنڈیشن کے تحت جلال آباد راولپنڈی میں غریب بچیوں کے لئے ایک دستکاری سکول عرصہ تین سال سے کام کر رہا ہے۔ دن بدن بچیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اس ادارے کو حضرت مولانا اکرام اعوان صاحب نے ایک مشین Zig Zag عنایت فرمائی۔ اور تین سلائی مشینیں اس ادارے نے اپنی مدد آپ کے اصول سے خریدیں۔ لیکن اس وقت یہ مشینیں ادارے کی ضروریات پوری نہیں کر سکتیں اس کے لئے مزید سلائی مشینوں کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں ساتھیوں سے تعاون چاہتے ہیں۔ اگر کوئی ساتھی اپنی پرانی سلائی مشینیں دینا چاہیں یا ادارے کو نئی سلائی مشینیں خرید کر دے دیں تو یہ اس کار خیر میں شامل ہو سکتے ہیں۔

انچارج ثریا پروین

معرفت

الفلاح فاؤنڈیشن

کوٹھی نمبر ۲۲۰ سٹریٹ نمبر ۱۲

چکلالہ سکیم نمبر ۳

راولپنڈی

حسد

ایک مرید نہایت مؤدب ہونے کی وجہ سے حضرت جنیدؒ بغدادی کو بہت عزیز تھا جس وجہ سے دوسرے مریدوں کو حسد ہونے لگا۔ آپ نے ہر مرید کو ایک مرغ اور ایک چاقو دے کر حکم دیا کہ ایسی جگہ جا کر ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھ سکے۔ کچھ وقفے کے بعد تمام مرید ذبح شدہ مرغ لے کر حاضر ہو گئے لیکن وہ مرید زندہ مرغ لے کر واپس آیا اور عرض کیا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں اللہ موجود نہ تھا۔ یہ دیکھ کر تمام مرید اپنے حسد سے تائب ہو گئے۔

سزا و جزا

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

سورۃ الغاشیہ کی ابتدائی آیات میں پروردگار عالم نے جو خبر سنائی ہے وہ ہلا کر رکھ دینے والی ہے بڑی عجیب ہے اس کی ابتداء ہی اس بات سے ہوتی ہے۔

کہ اے مخاطب۔کیا تو جانتا ہے قیامت کو کیا ہو گا؟

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قیامت جو ہر ایک کو ڈھانپ لینے والی ہے ہر ایک کو قابو کر لینے والی ہے ہر ایک کو اپنے اس اثر میں لے لینے والی ہے جانتے ہو اس دن کیا ہو گا؟ کس طرح سے لوگوں کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس دن بڑے بڑے نامور جو دنیا میں بہت کچھ بنتے ہیں خان صاحب' ملک صاحب' پیر صاحب' مولانا صاحب' وزیر صاحب' امیر صاحب وغیرہ۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ اس دن بڑے ذلیل ہوں گے اور عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ مزے کی بات یہ ہے کہ ساری عمر مجاہدے کر کے تھک گئے ہوں گے۔ یعنی اصل بات اس میں جو توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ بات ہوتی کہ وہ کافر تھے بے دین تھے بدکار تھے چور تھے بدمعاش تھے ڈاکو تھے اور ان کا یہ حال ہو گا تو بات سمجھ میں آنے والی ہے یہ کوئی عجیب بات نہیں یہ لوگ بدکار تھے ظالم تھے بے دین تھے فاسق و فاجر تھے اس لئے ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یہ تو درست ہے یہاں بات الٹ گئی بات یہ ہوتی ہے کہ عَامِلَةٌ پوری زندگی مجاہدہ کرنے والے نَاصِبَةٌ اتنی سخت ریاضت ان لوگوں نے کی کہ محنتیں کر کر کے تھک گئے عبادتیں کر کر کے چور ہو گئے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ان کو دہکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا دنیا میں بھی آگ کی اقسام ہیں ایک آگ جل رہی ہوتی ہے اس کے جلانے کا ایک اپنا انداز ہوتا ہے ایک آگ دہک رہی ہوتی ہے دہکنے والی آگ وہ ہوتی ہے جس میں بہت انگارے بھر دیئے جائیں اور ان میں سے ہوا گزر رہی ہو اور اس کی سرخ سرخ زبانیں ان کے گوشوں سے نکل رہی ہوں تو اس پر اگر کسی چیز کو آپ پھینک کر دیکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ جو چیز آپ اس پر ڈالتے ہیں اسے ایک دم چاروں طرف سے آگ گھیر لیتی ہے اور ایک دم شعلہ کھڑا ہو جاتا ہے جلنے والی چیز میں کسی چیز کو رکھیں تو ایک طرف سے جلانا شروع کرتی ہے آپ چولہے میں لکڑی رکھیں ایک طرف سے جلنے لگے گی۔ لیکن انگیٹھی دہک رہی ہو تو اس پر لکڑی ڈال دیں تو وہ چاروں طرف سے فوراً اسے آگ پکڑ لے گی۔ یعنی سخت قسم کی جو آگ اور پھر جہنم کی سخت قسم کی آگ جو خاص طور پر اس سزا کے لئے دہکائی گئی آگ اور اس میں یہ حال ہو گا۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ جو پانی انہیں پلایا جائے گا وہ بھی کھولتے ہوئے چشموں کا ہو گا۔ اور کھانا ان کے لئے سوائے خاردار جھاڑیوں کے کچھ نہیں ہو گا۔ جنہیں وہ

کھائیں گے بھی وہ ان کا منہ سے لے کر حلق اور معدے تک زخمی کریں گی اور پھر نہ ان سے ان کا گوشت بنے گا نہ ان سے بھوک ہی ختم ہو گی یعنی کھاتے ہی رہیں گے اتنی سخت سزا۔

عَیْنٌ اٰنِیَۃٌ کے بارے حدیث شریف میں ملتا ہے گرم پانی کے بارے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا گرم ہو گا کہ جیسے وہ لے جائیں گے منہ کی طرف تو اس کی بھاپ سے چہرے کی کھال پانی میں گر جائے گی اور گل جائے گی۔

عجیب بات اس میں یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجاہدے کئے اور عمریں بسر کر دیں مجاہدات میں اور تھک گئے کیوں بھائی یہ کیا نتیجہ حاصل ہوا ساری عمر کی عبادت کا! اتنا سخت عذاب! اس لئے کہ دنیا میں بعض لوگ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اپنی خواہشات کی عبادت کرتے ہیں نام اللہ کا ہوتا ہے آدھی آدھی رات کو اٹھ کر ایسے لوگ میں نے بھی دیکھے ہیں جو اٹھ کر رات کو غسل کر کے نفل پڑھتے ہیں تکلف بڑا اہتمام لیکن حاصل پوچھو تو کوئی دنیوی خواہش ہو گی کہ اس وقت اٹھ کر اتنی رکعتیں پڑھنے سے یہ کام ہو جاتا ہے اللہ کے نام کی تسبیحات پڑھیں گے لیکن مقصد حصول دنیا ہو گا۔ تکمیل خواہشات ہو گا۔ حصول اقتدار ہو گا۔ شہرت کا حصول ہو گا۔ ناموری کا حصول ہو گا اور بڑی عجیب بات ہے نماز و روزے سے بڑھ کر اکسیر ہے ذکر الٰہی یہ بنیاد ہے ایمان کی بنیاد ذکر قلبی اور ذکر خفی ہے ہر مومن کو ایک درجہ ذکر قلبی کا نصیب ہوتا ہے جب وہ اپنے دل سے اللہ کی واحدنیت کا اور نبی علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرتا ہے۔

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ۔ جب قلب سے وہ تصدیق کرتا ہے تو قلب کی وہ تصدیق ذکر قلبی کا سب سے چھوٹا درجہ ہے اور اگر قلب کی تصدیق ساتھ شامل نہ ہو تو زبان کا اقرار اسے منافق بنا دیتا ہے جو کافر سے بھی بدتر ہے کہ دل نہیں مانتا زبان سے کہتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ لوگوں کو بڑے بڑے مشائخ کی صحبت نصیب ہوئی لوگوں نے عمریں صرف کر دیں ان کے ساتھ ذکر قلبی سیکھنے میں اور حاصل کیا ہوا کہ ہم پیر بن جائیں چندہ جمع کر لیں ہمیں دولت مل جائے میں خلیفہ بن جاؤں میں صاحب مجاز بن جاؤں لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کے منازل عرش پر ہیں۔ یہ وہ مزدوری ہے یہ وہ مجاہدہ ہے یہ وہ محنت ہے اگر یہ کہا جائے یہ ہمارے اکثر علماء نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ محض کفار کے حق میں ہے یہ بھی درست ہے لیکن کافر کے حق میں اعلان کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی رب العلمین کو اس نے کہہ دیا کافر کو میں نہیں بخشوں گا۔ اور جہنم جو ہے اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں ہی کے لئے میں نے بنائی ہے۔ کافر بحالت کفر جو عبادت کے نام پر رسومات کرتا ہے یا مجاہدہ کرتا ہے پتہ ہے اس کی اصل کیا ہے دنیا بھر کے جتنے قسم کے کفر دنیا میں موجود ہیں اگر آپ سب کا مطالعہ کریں تو آپ ان میں ایک قدر مشترک دیکھیں گے۔ ایک ایسی بات آپ کو نظر آئے گی جو سب میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ کافر جس رسم کو عبادت کا نام دیتا ہے اس رسم کے ساتھ اس کی دنیوی خواہشات موجود ہوتی ہیں یعنی یہ کرنے سے بیمار ٹھیک ہو جائے گا یہ کرنے سے اولاد پیدا ہو گی یہ کرنے سے فصل زیادہ آئے گی یہ کرنے سے بارش ہو گی۔ جتنی کفر کی قسمیں ہیں اور جتنے کافرانہ مذاہب ہیں ان کی جتنی رسومات عبادت کے نام پر ہیں خواہ وہ افریقہ کے وحشی قبائل ہیں خواہ وہ امریکہ کے مہذب اور تہذیب کے سرے پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں۔ آپ دنیا بھر کے کفر کا تجزیہ کریں گے تو کافروں کی جو عبادت کے نام پر رسومات ہیں ان کا حاصل دنیا کی کوئی نہ کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ تو بات ہی الگ ہو گئی۔ اب اگر ایک اسلام کا دعوی کرنے والا بھی ان عبادات کو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہیں اس درجے پر لے جاتا ہے جس درجے پر ایک غیر مسلم اپنی رسومات ادا کرتا ہے اور جو جس ارادے جس نیت اور جس غرض کے ساتھ وہ کرتا ہے وہ بتائیے کیا یہ تھوڑا جرم ہو گا۔ کتنا بڑا جرم ہو گا۔ یہ لمحہ فکریہ ہے میرے جیسے

ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا عابد و زاہد سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا صاحب حال گردانتے ہیں انہیں دیکھنا ہو گا میرے سمیت ہم سب کو اندر جھانکنا ہو گا کہ یہ میرے مراقبے کس لئے ہیں ان کا نتیجہ کیا ہے اگر یہ کر کے میں خود بڑا آدمی بن رہا ہوں تو اللہ کے لئے نہیں ہے پھر وہ تو منہ پر دے کر مارے گا اور کہے گا یہ کس لئے کرتے رہے تم نے شہرت کے لئے کئے میں نے تمہیں شہرت دے دی لوگ تمہیں بڑا پیر مانتے تھے بات ختم ہو گئی وہ لینا دینا معاملہ برابر ہو گیا اب جرم یہ ہے کہ جو عبادت تمہیں میری عظمت کے لئے کرنا چاہئے تھی وہ تم اپنی عظمت بنانے کے لئے کام کرتے رہے اس کا جواب دو۔

آپ جانتے ہیں اور یہ تاریخ کا حصہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد ذکر قلبی کی نعمت جو ہے وہ محدود کر دی گئی ہے عہد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانٹی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹائی ہے ہر آنے والے کو زبردستی لاد دیا لوگوں پر جسے نور ایمان نصیب ہوا مرد تھا عورت یا بچہ تھا بوڑھا تھا پڑھا لکھا تھا ان پڑھ تھا امیر تھا فقیر تھا جو سامنے آیا وہ صحابی ہو گیا ایک نگاہ میں صحابہ سے بنظر ایمان جس کو شرف ملاقات نصیب ہو گیا وہ تابعی ہو گیا تابعین سے جس کو مجلس نصیب ہو گئی ایمان کے ساتھ تبع تابعی ہو گیا یہ وہ تین درجے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے جنہیں خیر القرون کہا گیا بہترین زمانے بہترین انسان بہترین اللہ کے بندے اس کے بعد یہ نعمت محدود ہو گئی بڑے بڑے نامور اہل اللہ کے نام ملتے ہیں لیکن جب دیکھا جائے کہ ان سے آگے کتنے لوگوں کو ذکر قلبی نصیب ہوا تو اول تو کوئی ملتا نہیں اگر ملتا ہے تو ایک دو تین چار باقی دنیا کو تبلیغ کرتے رہے وعظ کرتے رہے نماز روزے کی تلقین کرتے رہے نیکی کی تلقین کرتے رہے برائی سے روکتے رہے لیکن کیفیات قلبی لوگوں کو نہیں ہوئیں تو یہ اسی زمانے سے لے کر آج تک کی اسلامی تاریخ کا حاصل ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر سے یہ سنت زندہ کی کہ ہر آنے والے کو قلبی کیفیت عطا کرنا تو میں یہ سوچا کرتا تھا کہ یہ چودہ سو سال اتنے بڑے بڑے نامور لوگوں نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

اب بات سمجھ میں آتی ہے جب دیکھا کہ جن لوگوں پر حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بھی بیس بیس سال لگائے اور بیس سال بعد پھر انہوں نے ان مراقبات و کیفیات کو بجائے اللہ کی عظمت کے اپنی شہرت کے لئے استعمال کیا تو یہ وہ نتیجہ تھا جس نے اہل اللہ کو اس بات سے روک دیا کہ وہ ہر آنے والے کو ذکر قلبی عطا کریں اور کتنا حسرت ناک انجام ہے کہ کوئی تو کفر کر کے جہنم میں جائے کوئی چوری ڈاکہ بدکاری کر کے اللہ اللہ کر کے مراقبے کر کے ذکر کر کے جہنم میں جائے تو کتنا بدنصیب ہے۔ چونکہ اللہ اللہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اگر خلوص ہو تو یہ بندے کو اپنا عجز اور اللہ کی عظمت سورج کی طرح روشن کر کے دکھا دیتا ہے اور اگر اسی میں خرابی آ جائے تو پھر اس بندے کے لئے زندگی کی کوئی دوا ہی نہیں ہے کہ زندگی کی آب حیات سے جو مرتا ہے اس کے بچنے کا کون سا علاج ہے یہ تو وہ بدنصیب ہے جو آب حیات سے مر گیا۔ اللہ کریم کو ہمارے لمبے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ بتا دیجئے کہ میں جنت میں چلا جاؤں اور اللہ کے عذاب سے بچ جاؤں مجھے زیادہ پارسا بننے کی ضرورت نہیں ہے میں اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض کی پابندی کرو اور حرام سے بچو جھوٹ سے احتیاط کرو جنت میں چلے جاؤ گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید نہیں کی کہ ضرور اتنے نفل پڑھو ضرور اتنی رکعتیں پڑھو ترقی درجات کے لئے مجاہدے کئے جاتے ہیں حصول نجات کے لئے فرائض کا پانچ نمازیں جس نے پڑھ لیں اس نے اپنے دن بھر کی مزدوری کر لی۔ لیکن وہ پانچ نمازیں اللہ کی ہوں ان سے

عظمت الہیہ کا اظہار مقصود ہو ان سے اللہ کی حاکمیت کا قبول کرنا اور کروانا مقصود ہو ان سے یہ ظاہر کرنا مطلوب ہو کہ میں بندہ ہوں اور وہ مالک ہے اگر انہی فرائض کو ہم اپنی شہرت کے لئے استعمال کرلیں تو بالکل وہی بات ہو گی جو کوئی ملازم شاہی تحفہ لے کر جا رہا ہو اور اسے اپنے بچوں میں بانٹ دے یا خود استعمال کرلے۔

اور یہ بھی مت سمجھئے کہ مجاہدے یا عبادات ضائع جائیں گی ضائع نہیں جاتیں تو فرمایا وُجُوہٌ یَّومَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ ○ کچھ لوگ اس دن بڑی موج میں ہوں گے کیوں؟ لِسَعْیِهَا رَاضِیَۃٌ اس لئے کہ انہوں نے جو محنت کی تھی وہ کھری تھی اور ان کی محنت منظور ہو گئی جو مجاہدے کئے تھے ان میں خلوص تھا للہیت تھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک بدوی کا اونٹ گم ہو گیا حدیث شریف میں موجود ہے اب صحرا میں اونٹ گم ہو جائے تو بندے کی زندگی گم ہو گئی پانی اونٹ پر لدا ہوا تھا غذا اونٹ پر لدی ہوئی تھی راستے سے اونٹ واقف تھا اونٹ کی خصوصیت ہے جس راستے سے ایک دفعہ نکل جاتا ہے واپسی پر لوگ اوپر سو جاتے ہیں اونٹوں والے ساربان اور اونٹ اپنا راستہ تلاش کر لیتا ہے اور واپس پہنچ جاتا ہے تو صحرا میں پانی کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں ہے اس کا پانی بھی اونٹ پر کھانا بھی اونٹ پر راستہ بھی اونٹ نے ڈھونڈنا تھا تھوڑی دیر کے لئے اس کی آنکھ لگ گئی اونٹ اٹھ کر چلا گیا کہیں اب وہ بڑا پریشان اس ٹیلے پر بھاگتا ہے اس پر بھاگتا ہے ادھر دیکھتا ہے ادھر دیکھتا ہے نہیں ملتا دھوپ نکلی شروع ہو گئی دوپہر تپنی شروع ہو گئی تو اسے موت نظر آنے لگی پھر وہ چلنے سے رہ گیا ایک جگہ بیٹھ گیا تھک کر کہ نہیں چل سکتا ہوں نہ اونٹ ملتا ہے موت کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ ایک طرف سے اس کا اونٹ ایک پہاڑی کی اوٹ سے وہیں آ نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ سجدے میں گر گیا کہنے لگا کہ تو میرا کتنا اچھا بندہ ہے اور میں تیرا کتنا کریم پروردگار ہوں۔ اس نے اپنی دعا کو الٹ دیا اللہ کو بندہ کہہ رہا ہے اور خود پروردگار بن رہا ہے خدا بن رہا ہے کہ تو میرا کتنا۔ کہنا وہ یہ چاہتا تھا کہ تو میرا کتنا اچھا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں لیکن اس نے بات الٹ دی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دعاؤں میں سے سب سے پسندیدہ دعا جو رب کو پسند آئی وہ اس بندے کی تھی۔ بھئی الفاظ کو چھوڑیں اس کا خلوص کیا تھا وہ کرنا کیا چاہتا تھا اس کا کوئی وہاں سننے والا نہیں تھا کوئی بندہ نہیں تھا کوئی جلسہ نہیں تھا کوئی لوگ سن کر متاثر ہونے والے نہیں تھے ریگستان کے درمیان میں بیٹھا ہوا محض اپنے قلبی تشکر کا اظہار اپنے پروردگار سے کر رہا ہے اور اتنی بے تابی سے کرنا چاہتا ہے کہ اسے سمجھ نہیں ہے کہ لفظ کیا کہنے ہیں اور کیا نہیں کہنے اس نے جو لفظ کہے وہ کفریہ تھے کہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا پروردگار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کو اس کی دعا سب سے زیادہ پسند آئی اس میں اس کے دل کی بیتابی تھی اس کا خلوص تھا اس کا وہ خلوص کی گہرائی اور اظہار تشکر کے وہ جذبات تھے جو اللہ کریم کو پسند آئے بندہ کیا اور بندے کے الفاظ کیا اس کے الفاظ کی حیثیت کیا ہے اس کے کچھ کہنے سے ہوتا کیا ہے الفاظ تو ما فی الضمیر کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں اور جو کچھ ضمیر میں ہے اس کریم پر ظاہر ہے وہ الفاظ کا محتاج نہیں وہ تو جانتا ہے کہ اندر ہے کیا زبان کیا کہہ رہی ہے اور اس کے اندر ہے کیا مسلمان کچھ مجاہدہ کرنے والے ایسے لوگ بھی ہوں گے موج کریں گے اس دن جس دن ساری دنیا پریشان ہو گی۔

نَّاعِمَۃٌ وہ موج اڑا رہے ہوں گے کیوں؟
لِّسَعْیِهَا رَاضِیَۃٌ ان کی محنت اللہ کو پسند آ گئی انہوں نے تھوڑی کی یا زیادہ عقل مندی سے کی یا بے وقوفی سے لیکن جو کی اس میں گہرائی تھی خلوص تھا اللہ کی عظمت کے اظہار کے لئے تھی اس پر اعتبار کے لئے تھی اس پر اعتماد کے لئے تھی فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ○ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَۃً وہ جنت کے اعلیٰ مدارج میں ہوں گے جہاں کوئی فضول بات وہ نہیں سنیں گے۔ بھئی جب جنت میں ہوں گے

تو وہاں فضولیات کیوں ہوں گی کیسی ہوں گی وہاں تو فضولیات نہیں ہوں گی پھر یہاں اس کا اظہار کیوں فرمایا رب کریم نے یہ تو ویسے ہی سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ جنت میں کوئی فضولیات نہیں ہوں گی۔ اس لئے کہ جو اجر ہوتا ہے یا جزا و سزا جو ہوتی ہے وہ از قسم اعمال ہوتی ہے جس طرح کا کوئی عمل کرتا ہے اسی طرح کا اسے اجر ملتا ہے فرمایا انہوں نے میری عبادت میں کوئی فضول بات شامل نہیں کی کوئی ذاتی مفاد شامل نہیں کیا کوئی اپنی شہرت کا اس میں آمیزہ نہیں بنایا کوئی کسی دوسرے کی بڑائی کا اس میں ہنگامہ نہیں بنایا کوئی اپنے تقدس کی چادر اس میں نہیں پھیلائی میں بھی جنت میں جہاں یہ رہیں گے اس کے گرد کوئی زائد از ضرورت باقی نہیں ہونے دوں گا وہی ہو گی جو انہیں پسند ہو گی۔ ارے فضول بات کیا ہوتی ہے میرے بھائی میرے لئے ایک بات فضول ہے آپ کے لئے کوئی دوسری فضول ہے ہر بندے کی ایک اپنی پسند ہوتی ہے اسے جو بات پسند نہ ہو ہمارے لئے تاش کھیلنا فضول ہے تاش کھیلنے والوں کے لئے تاش نہ کھیلنا فضول ہے اور بے وقوفی ہے۔ تو فرمایا اتنا ان کا احترام ہو گا کہ جہاں وہ ہوں گے وہاں کا ماحول ان کی پسند کے تابع ہو گا۔ کوئی ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات کوئی واقعہ کوئی سانحہ ظہور پذیر نہیں ہو گا اس لئے کہ جو انہوں نے عبادت کی تھی وہ بھی میرے لئے خاص تھی اس میں انہوں نے کوئی ملاوٹ نہیں کی۔ مسلمان کا کوئی کام دنیا کا کام نہیں ہے مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے اس لئے کہ دنیا کے جتنے کام بھی وہ کرتا ہے وہ اتباع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کرتا ہے۔ وہ اطاعت الہی میں کرتا ہے اور اطاعت الہی اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی عبادت ہے اصل یہی دین ہے تو مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے مومن کے لئے کوئی کام دنیا کا کام نہیں ہے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے نکل نہ جائے اور کافر کا دین بھی دنیا ہوتی ہے کہ وہ دینی عبادتیں بھی دنیا حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یہ فرق ہے مومن و کافر میں کافر کا دین بھی دنیا ہوتا ہے اور مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے۔

اب یہ ہمارے سامنے ہے میدان عمل اور ہماری پسند ہے کہ ہم کس کس کام میں کس کا لحاظ کرتے ہیں ہم اپنا کسی دن ایک فہرست بنا کر دیکھیں کہ میں کیا کیا کرتا ہوں اس سے میری غرض کیا ہے تو پھر اندازہ ہو جائے گا کہ ہم اللہ کی رضا کے لئے کتنے کام کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا اب تمام فقہاء کے نزدیک نماز کا چھوڑنا فسق ہے کفر نہیں ہے گناہ ہے کفر نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس نے کفر کیا تو یہ کیسے مطابقت ہو گی تو اس کی شرح میں علماء فرماتے ہیں کہ اس نے جو کام کیا نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا وہ کام کافروں جیسا تھا یعنی اس نے کافروں جیسا کام کیا مسلمان ہو کر۔

تو اسی طرح میرے بھائی عبادات کا حاصل جس نے دنیا کو بنا لیا وہ اسی ضمن میں آ گیا فَقَدْ کَفَرَ۔ اس نے کافروں جیسا معاملہ کیا اپنے دین کے ساتھ اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ اور دو باتیں یاد رکھ لیجئے دنیا میں انسانی خواہشات پوری نہیں ہوتیں اور پورا ہونا شروع ہو جائیں تو ختم نہیں ہوتیں یہ دنیا کا نظام ہے آپ نے دیکھا ہم سمجھتے ہیں ہم فقیر ہیں غریب ہیں مزدور ہیں مقروض ہیں لیکن دنیا کی ساری حکومتیں مقروض ہوتی ہیں وہ کیوں مقروض ہیں۔ آج پوری دنیا میں جن حکومتوں میں سب سے زیادہ مقروض حکومت جو ہے وہ امریکہ کی ہے یعنی دنیا میں سب سے زیادہ قرضہ جس حکومت پر ہے وہ امریکہ کی ہے ایک طرف امریکہ پوری دنیا کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے دوسری طرف پوری دنیا کا ادھار کھائے بیٹھا ہے یہ نظام ہے رب العلمین کا کہ بندے کو پتہ چلتا رہتا ہے کہ میں محتاج ہوں مجھے کچھ مانگنا ہے مجھے کسی سے لینا ہے میں کسی مدد کا محتاج ہوں۔ کوئی اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھائے کوئی اسے

راستہ دکھائے کوئی اس کی روزی کا سب رے کوئی اس کی وہ مدد کرے کوئی اس کی یہ مدد کرے و ان سارے معاملات میں اگر وہ ان حدود کا خیال رکھ لے۔ اسلام نے کسی کام سے نہیں روکا نہ کھانے پینے سے نہ پیسہ کمانے سے نہ گھر بنانے سے نہ شادی کرنے سے نہ کاروبار کرنے سے نہ تجارت سے نہ اچھے کپڑے پہننے سے نہ اچھی گاڑی رکھنے سے کسی کام سے منع نہیں کیا اسلام نے ان سب کاموں کو حاصل کرنے کے خوبصورت طریقہ بتا دیئے ہیں۔ آپ پوری دنیا کے معاملات پر غور کریں تو لینے دینے پہ جھگڑا اور فساد ہوتے ہیں اسلام نے اس لین دین کو اتنی خوبصورت شکل دی ہے کہ کسی کا حق دوسرے کی طرف نہ جائے اور جہاں لین دین ہو وہاں محبت بڑھے پوری دنیا میں مرد و عورت کے تعلقات پہ فساد مچا ہوا ہے اگر اسلامی طریقے کو اپنایا جائے تو یہ تعلق جو ہے وہ رشتے اور محبتیں بڑھا دیتا ہے اور خاندانوں کو ایک کر دیتا ہے اسلام سے باہر ہو کر جب یہ تعلق کسی کا جڑتا ہے تو وہاں سے دشمنی شروع ہو جاتی ہے اور ایک خاندان میں بھی متعدد گروہ بن جاتے ہیں تقسیم ہو کر اور مرنے مارنے پہ تل جاتے ہیں۔

تو دنیا کے انہی معاملات کو ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق کرنا ہے لیکن کرنے کا طریقہ وہ ہو جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا تو وہ دین ہو جائے گا پھر اس میں صرف حصول رزق نہیں ہو گا بلکہ حصول رزق حلال فرض عین ہے جس طرح نماز فرض عین ہے جس طرح صاحب نصاب پر حج فرض عین ہے جس طرح زکوۃ پر صاحب نصاب پر زکوۃ فرض ہو جاتی ہے۔ جس طرح رمضان فرض عین ہے اسی طرح حصول رزق حلال عبادت فرض عین ہے بشرطیکہ وہ ناجائز طریقے سے نہ ہو تو گویا نوکری کرنے والا مزدوری کرنے والا کھیتی میں ہل چلانے والا دکان پر بیٹھنے والا بھی عبادت کر رہا ہے اور یا پھر عبادت بھی دنیا بن جاتی ہے اگر اس سے مقصود حصول رضائے باری نہ ہو تو پھر سجدے اور عبادتیں بھی دنیا بن جاتی ہیں۔ اب اس بات پر ضرور توجہ رکھیئے کہ جو کوئی مجاہدے ریاضت کو عظمت الہی کے اور اللہ کی رضا کے حصول کے علاوہ ذاتی شہرت دنیوی مفادات چندے جمع کرنے اور پیر صاحب کہلانے کے لئے استعمال کر لیتا ہے وہ کس نتیجے پر پہنچے گا اور اللہ کریم نے ان حالات کے بارے کیا حکم دیا ہے اللہ کریم ہمیں توجہ کی توفیق عطا فرمائے اپنی معرفت عطا فرمائے کہ ہم اس کی عظمت کو قلب صمیم سے دل کی گہرائی سے قبول کریں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت اور عشق عطا فرمائے۔

اور یاد رکھیں یہ محبت و عشق کیا ہوتا ہے یہ ایک جنون اور پاگل پن ہوتا ہے بے وقوفی ہوتی ہے یہ عقل مندی کی بات نہیں ہوتی یہ اتنی بڑی بے وقوفی ہوتی ہے کہ آدمی اپنی باگ ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں دے دے عزت ہوتی ہے یا بے عزتی کوئی طعنے دیتا ہے یا کوئی نام بگاڑتا ہے کوئی باتیں کرتا ہے تو کچھ جو کوئی جس کا جی چاہے کرتا رہے میری باگ میرے نبی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے یہ ہے نبی علیہ السلام کا عشق یہ ہے محبت اور زبانی نعتیں پڑھتے رہنا اور دعوے محبت کے کرتے رہنا اور عملاً اپنی باگ ڈور اپنے نفس کے ہاتھ میں ہو یا لوگوں کے ہاتھ میں ہو وہ کیا کہتے ہیں وہ کیا کرتا ہے تو یہ پھر فریب ہے اس کی سزا بہت کڑی ہے شاید اللہ کی عبادت میں جو ہم رولا ڈال دیتے ہیں کریم ہے معاف کر دے لیکن نبی علیہ السلام کے ساتھ یہ مذاق جس نے کیا اس کی معافی کی گنجائش نہیں ہے ایک عجیب بات ہے 'تاریخ اسلام میں' میں آپ کو اس کی طرف متوجہ کرتا چلوں۔ مکہ مکرمہ میں عجیب قسم کے کافر مشرک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے اور ان میں بڑے بڑے نامور جنگجو لوگ تھے جنہوں نے بدر و احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور بڑی بے جگری سے لڑے اور پوری کوشش کی مسلمانوں کو اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی مثلاً خالدؓ بن ولید بہت بڑے مشہور جرنیل تھے ابوسفیان کمانڈر تھے یہ سارے اتنے بڑے مخالف تھے کہ جس کی مثال نہیں ملتی مگر

مسلمان ہوئے۔

تو وہ عزت پائی کہ حضرت خالدؓ سیف من سیوف اللہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار سمجھے گئے فتح مکہ کے دن اعلان فرما دیا کہ ابی سفیان کے گھر جو پناہ لے لے وہ مامون ہے اتنی عزت دی اتنا احترام دیا مسلمان ہو گئے کچھ لوگ مکے میں ایسے بھی تھے یہ وہ لوگ تھے جو دشمنی تو کرتے تھے لیکن احترام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہیں لاتے تھے یہ مانتے تھے کہ یہ بندہ شریف خاندان کا بھی ہے شریف بھی ہے نیک بھی ہے صالح بھی ہے یہ الگ بات ہے کہ جو یہ بات کہتا ہے ہم نہیں مانتے ہم اس کی مخالفت کریں گے ہم اس سے لڑیں گے انہیں ہدایت نصیب ہو گئی لیکن جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان غلط طریقے سے استعمال کی اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوئی یہ مکے کی تاریخ میں دیکھ لیں وہ لوگ کفر پر ہی مرے۔ حتیٰ کہ بعض کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس بندے کو ہدایت دے دے فرمایا۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو معاف کر دے لیکن تیرے مجرم کو میں معاف نہیں کروں گا اگر تو بھی دعا کرتے تو میں انہیں ہدایت نصیب نہیں کروں گا۔ تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کم از کم کھرا پن ہونا چاہئے خلوص ہونا چاہئے اطاعت و اتباع ہونا چاہئے یاد رکھیں محبت جو ہوتی ہے۔

فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ۔ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا غلام ہو جاتا ہے اس کی اپنی پسند نہیں رہتی یہ محبت نہیں ہوتی کہ ہم اپنی مرضی سے کریں کام وہ کریں جو ہمیں پسند ہو اور دعوی کریں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کر رہے ہیں یہ نہیں مانی جائے گی۔ یہ اتنی بڑی بارگاہ ہے کہ اس بارگاہ میں عشق جیسے سرکش جذبے بھی سرنگوں ہو کر آتے ہیں اور پوچھ کر لب کشائی کرتے ہیں کسی مجنون کی یہ جرات نہیں ہے کہ اس بارگاہ میں کھڑا ہو کر اپنا گریباں پھاڑ دے یا اپنی حدود سے گزر جائے اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ یہ دیکھ لے کہ حساب کرنے والا کتنا سخت ہے تو یہ تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ جس کسی نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین کی اسے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی نہ تب ہوئی تھی اور نہ اب ہوتی ہے اب بھی ہم نے ایسے لوگ دیکھے جو باتوں باتوں میں گستاخی کر جاتے ہیں بحث مباحثہ میں گستاخی کر جاتے ہیں انہیں پھر زندگی بھر توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ یہ جرم ہی ایسا ہے۔

اس لئے اللہ کی عظمت کسی کے کہنے کی محتاج نہیں ہے اور نبی علیہ السلام کی عزت لوگوں کی زبانوں سے مجروح ہوتی ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ کے نبی بھی انسان ہوتے ہیں بنی آدم ہوتے ہیں اور (اللہ کو تو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا وہ تو مخلوق سے بالاتر ہے) نبی علیہ السلام کو دکھ پہنچتا ہے اور جو نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچاتا ہے۔

لَا تُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا اُوْذِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دی تھی تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی مت ایذا پہنچاؤ۔ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کفر ہے کہ توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اس لئے میرے بھائی ذرا اپنے معاملات کا خیال رکھو چھوڑو دوسروں کے بیٹھنے الجھنے کو اپنا معاملہ تو کھرا کر لو ایک. بندے کا ایک اپنی جان کا ایک اپنے وجود کا کھرا کر لو اگر تو یہ بڑی بات ہے ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ یہ جو جا رہا ہے اس کے کپڑے دھلے ہوئے نہیں ہیں اس کے دھو دینے چاہئیں اپنی فکر ہوتی ہے جس طرح اپنے ظاہر کی فکر ہوتی ہے اس سے زیادہ اپنے باطن اور اندر کی صفائی کی فکر کرو پھر بات بنے گی اور دنیا پہ ہم فتوے دیتے رہے اور لوگوں پہ طنز کرتے رہے وہ ایسا ہی ہے وہ ویسا ہے تو اس سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اپنے معاملات کو دیکھو اور اللہ کے ساتھ تھوڑی عبادت کر لو لیکن کھری اور خالص خوبصورت صاف ستھری تاکہ وہ مشکل وقت میں

کام آسکے اور یہ بات یاد رکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زندگی میں کسی بندے کی ایک تسبیح قبول ہو گئی تو اس کی نجات کے لئے کافی ہے پھر وہ جہنم میں نہیں جائے گا پوری زندگی کی عبادتوں میں سے ایک دفعہ اس نے کہا سبحان اللہ اور وہ منظور ہو گیا اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہاں لوگ موت کے نام سے پاگل ہو جاتے ہیں اتنے ڈرتے ہیں بھلا جن کی نجات ہو چکی انہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے یہ ڈر موت کا نہیں ہوتا ڈر اپنے کردار اور اگلے نتائج کا ہوتا ہے کہ وہاں ہو گا کیا۔ نجات موت کا خوف نکال دیتی ہے اگر قسمت میں نجات لکھی جائے تو بندہ موت سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے اپنے آپ کو اس درجے پر لے جاؤ جہاں موت اور زندگی ایک معمول کا کام بن جائے جیسے دفتر آئے یا دفتر سے گھر جانا ہو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے نوکری کی ہے ایک دن ریٹائر ہونا ہے اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے ایک بندہ مرتا رہے میں ریٹائر ہوں گا۔ ریٹائر ہونا ہے ٹھیک ہے ملازمت کی ہے ریٹائر ہونا ہے اسی طرح سمجھ آ جائے کہ دنیا میں آئے ہیں۔ یہاں سے جانا ہے یہ ایک معمول کا کام ہے کوئی عجیب بات نہیں جا کر کیا کریں گے یہ تسلی ہونی چاہئے اور جب ایک تسبیح بھی قبول ہو جائے تو یہ قرار آ جاتا ہے اگر ہمیں نہیں آ رہا تو شاید اب تک کوئی ہماری ایک تسبیح بھی اس قابل نہ ہو۔ اللہ کریم ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائے اور نیکی کی توفیق دے۔

درود شریف اور استغفار

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ درود شریف کو کثرت سے پڑھوں یا استغفار کو۔ انہوں نے جواب دیا کہ استغفار بمنزلہ جھاڑو کے ہے۔ یعنی اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درود شریف کی مثال عطر کی ہے۔ جھاڑو دینے کے بعد اگر عطر چھڑکا جائے تو نور اعلیٰ نور ہو جاتا ہے اگر غلاظت کے ڈھیر پڑے ہوں۔ ان پر چاہے جتنی عطر کی شیشیاں چھڑک دو۔ لیکن خوشبو نہیں آئے گی۔

لا الٰہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھا کرو۔ اس سے گناہوں سے نفرت پیدا ہوگی۔ اور قرب خداوندی حاصل ہوگا۔ درود شریف بھی کثرت سے پڑھا کرو۔ اس کی برکت سے رزق کی فراخی حاصل ہوگی۔ اور مصائب میں کمی واقع ہوگی۔ روزانہ کم از کم ایک ایک تسبیح درود شریف، استغفار اور لا الٰہ الا اللہ کی پڑھا کرو۔ ہر نماز کے بعد سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھا کرو۔ سوتے وقت تسبیح فاطمہ پڑھا کرو۔ اس سے بھی رزق کی فراخی حاصل ہوگی۔ نماز سب عبادات کا سر ہے۔ خود بھی نماز باجماعت ادا کرو اور گھر والوں کو بھی نماز کی پابندی کراؤ۔ زندگی کو غنیمت جانو۔ قضا شدہ نمازوں کو لوٹاؤ۔ معاملات کی اصلاح کرو۔ میں رواجی قسم کا پیر نہیں ہوں۔ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو دوسروں کا کیسے اٹھاؤں گا؟

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

یہ فکر کرنے والے لوگ

ملک محمد اکرم اعوان

انسان وار دنیا میں اپنی ان ظاہری حسوں سے بے پناہ کام لیتا ہے اس کی یہی ظاہری حسیں حواس خمسہ جو ہیں وہ اس کے دل کو اس کے باطن اس کے ضمیر کو متاثر کرتے ہیں اور یوں اس کے اندر دنیا کی نعمتوں کے اقتدار کی آسائشوں کے حصول کی خواہشات جڑ پکڑتی ہیں اور پھر اس میں وہ اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اسے یہ یاد بھی نہیں رہتا کہ مجھے دنیا میں کب تک رہنا ہے دنیا کے بعد بھی کسی جگہ جانا ہے کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے بلکہ پھر وہ جس طرح پہلے گمراہ کہا کرتے تھے۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ وہی بات پھر اس کی زبان پر آ جاتی ہے جو اس سے پہلی امتوں کے پہلے دور کے عہد کے گمراہ لوگوں کی زبان پہ آتی تھی۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ مر گئے مٹی ہو گئے اعضاء و جوارح بکھر گئے پھر کون زندہ رہے گا پھر کہاں کھڑا ہوتا ہو گا۔

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ۔ اس طرح کی باتیں آج پہلی بار نہیں ہیں ہر دور میں کوئی نہ کوئی کہتا رہا ہے ہم نے سنی ہمارے پہلوں نے سنی باپ دادا نے سنی۔ لیکن کسی نے مردوں کو زندہ ہوتے تو نہیں دیکھا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ یہ محض قصے کہانیاں ہیں محض باتیں ہیں جو کہہ دی جاتی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

یعنی یہ ہے وہ انتہا کہ جہاں سے انسان چھوٹی سی ایک خواہش لے کر شروع ہوتا ہے کہ یہاں سے مجھے کچھ نفع مل رہا ہے پیسے دے دوں یہ کام کر لوں تو میری تھوڑی سی عزت بن جائے گی اس طرح ہو جائے تو مجھے شاید عہدہ مل جائے یہ تھوڑی تھوڑی جو اٹریکشن اسے پیدا ہوتی ہے چیزوں کی یہ پھر چلتے چلتے وہاں لے کر جاتی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ جرم کیسا ہے جس طرح کوئی حکومت ایک سپاہی کو ملازم رکھتی ہے پھر اسے ہتھیار پکڑنا سکھاتی ہے ہتھیار کا استعمال سکھاتی ہے دشمن سے دفاع کا طریقہ سکھاتی ہے اب وہ سپاہی اسی ہتھیار سے اسی ملک کو اسی حکومت کو اسی سلطان کو اجاڑنا چاہے تو یا تو اس سپاہی کو اتنا طاقتور ہونا چاہئے کہ وہ اس پوری سلطنت کا تختہ الٹ دے ورنہ سلطنت کی سخت ترین گرفت میں آ جائے گا۔ اس کے ذمے صرف قتل و غارت نہیں لگے گی اس کے ذمے تو بغاوت ہو گی۔

یہاں حال یہ ہے کہ یہ ہتھیار اللہ کریم فرماتے ہیں میں نے دیئے ہیں ان کو اور اس لئے دیئے ہیں کہ ان سے **اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ** میں نے تمہیں ظاہری حسیں اس لئے دی ہیں کہ ان حواس ظاہرہ حواس خمسہ سے چیزوں کو سمجھ کر میری عظمت کا ادراک کر سکے۔ تمہاری نگاہ

دیکھتی ہے تمہارے کان سنتے ہیں تمہاری زبان چکھتی ہے تمہاری ناک سونگھتی ہے تمہاری عقل سوچتی ہے تم تجزیہ کرتے ہو اشیاء کی بناوٹ کو دیکھتے ہو ان میں کیا کیا آمیزش ہے ان میں کن کن چیزوں کا آمیزہ ہے کس طرح وہ بنی ہیں ان کے نتائج کیا ہیں ان کے اثرات کیا ہیں ان سے کیا کیا چیزیں مستفاد ہوتی ہیں آگے ان کا کیا کیا بنتا ہے پھر اتنا تم کرتے ہو کہ مختلف چیزوں کو ملا کر پھر ایک نئی چیز بنا لیتے ہو پھر ایک قسم کی جنس سے تم پچاس قسم کی چیزیں ایک گندم سے پچاس قسم کے کھانے بنا لیتے ہو ایک گوشت سے پچاس قسم کے کھانے بنا لیتے ہو ایک چیز سے ایک لوہے سے تم ہزاروں قسم کے ہتھیار بنا لیتے ہو ایک آئینے ایک شیشے ایک ریت سے ایک مٹی سے شیشے کا ایک ٹکڑا بنتا ہے تو اس سے ہزاروں چیزیں بنا لیتے ہو۔ تو یہ سارا فرمایا تمہیں یہ حواس میں نے اس لئے دیئے کہ یہ ساری چیزوں کا ادراک کریں اور پھر اس کی عظمت کے قائل ہو جائیں جس نے ان سب چیزوں کو ان کے خواص سمیت پیدا کیا اور وہ عظمت تمہارے دل تک پہنچے اور ایسا ہوتا ہے۔ اللہ کریم قادر ہے انسان اگر اپنے حواس کو صحیح استعمال کرے تو کتنے کافر سائنٹسٹ SCIENTIST جو محض خلائی تحقیق پہ مامور تھے خلا میں سیاروں کی رفتار ستاروں کا بننا ٹوٹنا ان کے آنے جانے ان رفتاروں کو اس آمیزے کو خلا کی تحقیقات نے انہیں ایمان قبول کروا دیا۔

پچھلے دنوں ایک سیریز چلتی رہی ٹیلی ویژن کی کویت کی۔ اس کو انہوں نے انگریزی میں ڈب کر کے یہاں دکھایا تھا اس میں دنیا کے بے شمار سائنس دانوں کے وہ تجزیے ہیں کوئی باٹنی کا تھا اس نے کسی پتے کی بناوٹ پر تجزیہ کیا کسی نے بادل کی بناوٹ پہ کسی نے سورج کی روشنی پہ۔ جس جس شعبے کا کوئی انسان تھا اور جتنے پروگرام میری نظر سے گزرے ان میں ایک ہندوستان کا ہندو سائنٹسٹ تھا جس نے اقرار تو کیا کہ کوئی ایسی طاقت ہے جو یہ سب کرتی ہے لیکن ایمان قبول نہیں کیا۔ میرے خیال میں شاید مسلمانوں کے ساتھ جو فطری ایک ہندوستان پاکستان میں رنجش بن گئی ہے شاید وہ سبب ہو گا۔ ورنہ جاپان کے چین کے روس کے مغرب کے امریکہ کے برطانیہ کے یہ جتنے سائنس دانوں کے پروگرام وہاں آئے اس تحقیق کے نتیجے میں وہ خود مسلمان بھی ہو گئے۔ چونکہ اس تحقیق کا پھر انہوں نے موازنہ قرآنی آیات سے کیا کہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس پراسس کی یا اس ترتیب کی جو خبر دی تھی اس وقت آلات بھی نہیں تھے سائنسی ایجادات بھی نہیں تھیں بعض سائنسی معلومات بھی نہیں تھیں کوئی یونیورسٹی کوئی ادارہ کوئی انسٹی ٹیوشن INSTIT UTION ایسا نہیں تھا۔ جس پر یہ سائنسی تحقیقات کا مدار رکھا جاتا۔ اس کے باوجود قرآن حکیم نے اگر اتنی باریک باتیں بتائی ہیں تو اس کا مطلب ہے یہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے اور یہ سچ کہہ رہا ہے۔

تو گویا کافر بھی اگر صحیح استعمال کرے اپنی نگاہ کو اپنی سماعت کو اپنی عقل کو اپنی فکر کو اپنے شعور کو تو ایمان تک پہنچ جاتا ہے اور جس خوش نصیب کو اللہ کریم نے پیدا ہی مسلمان گھر میں کیا ہے مسلمان خاندان میں کیا ہے اگر وہ اپنے حواس کو صحیح استعمال کرے تو اشیاء کا حسن اشیاء کا ذائقہ اشیاء کی خوشبو اشیاء کی بناوٹ اپنے صانع کی عظمت کی سب سے بڑی گواہ ہے۔ یہ اتنا بڑا گواہ ہے کہ دنیا میں اگر کسی انسان تک نبی علیہ الصلوۃ والسلام کسی بھی نبی کی تعلیمات نہیں پہنچتیں تو بھی اس پر اللہ کی توحید کا ماننا ضروری ہے کہ یہ ساری چیزیں اللہ کا پیغام پہنچانے والی ہیں اس کی عظمت کی گواہی دینے والی ہیں وہ اپنے اردگرد کی اشیاء کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان کا صانع کوئی عظیم ہے قادر ہے ہر چیز پہ اور واحدہٗ لاشریک ہے اس کے حکم میں کسی دوسرے کو دخل نہیں اور یہی اس کی نجات کے لئے کافی ہے پھر فرمایا تھوڑا سا اس بات کو قرآن حکیم نے آگے بڑھایا کہ تم اگر اسباب میں الجھ گئے تو نہیں جی یہ تو اس میں قدرت کی کیا بات ہے یہ تو یہ یہ اجزاء ملے اور یہ

پتہ بن گیا فلاں فلاں جزو ملا اور پھل بن گیا یا فلاں فلاں جزو ملا اور پھول بن گیا اور اس میں یہ تاثیر آ گئی اس میں جی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تو یہ بات تم نے اپنے حواس سے سمجھ کر دل میں پہنچائی فرمایا۔

کیا تمہارے حواس یہ نہیں سمجھتے کہ تمہارے اردگرد اتنی چیزیں ہیں جن پر کوئی کسی سبب کا اطلاق نہیں **ھُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ** کتنے بے جان وجودوں کو حیات دے دیتا ہے اور کتنے صحت مند اور تنومند وجودوں کو موت دے دیتا ہے تمہارے اسباب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں تمہاری مشینیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں تمہارے سارے پیمانے اور سارے معیار اپنی جگہ دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں تو کوئی آج تک تم نے کسی پیمانے سے کسی آمیزے سے کسی اپنے علم کے زور سے کسی بے جان کو جان دی ایک لمحے کے لئے کسی مرنے والے کو آپ دس سیکنڈ روک سکے کسی جاندار سے جب وہ جان لینا چاہتا ہے تو روک سکا فرمایا انہیں اسباب اور خود اپنے علم کی جو مجبوریاں ہیں محرومیاں اور کمزوریاں ہیں ان کا ادراک ہونا چاہئے اور دنیا کے سارے علوم مل کر کبھی کسی جگہ رات کو روک سکے کسی جگہ دن کو ٹھہرا سکے کوئی ایک لمحہ اس روٹین سے ہٹ کر۔ جہاں اس نے چھ مہینے کی رات بنا دی وہاں تم ایک مہینے کی نہیں کر سکتے جہاں اس نے چھ گھنٹے کی بنا دی ہے وہاں تم سات کی نہیں کر سکتے اس کی اپنی روٹین میں جائے گی۔ مخلوق ہے سورج بھی اس کی روشنی بھی اس کے سارے اسرار بھی تم کہتے ہو ہم نے پالئے تو تم روشنی کو قید بھی کرتے ہو بجلی کو بھی قید کرتے ہو اپنی خدمت پہ لگا لیا یا چولہے جلا رہے ہو لائٹیں جلا رہے ہو پنکھے چلا رہے ہو۔ لیکن اس سب کے باوجود جو کام اس نے ان کے ذمے لگا دیا اس میں تم انہیں کچھ کہہ سکتے ہو۔ فرمایا پھر بات اسباب کی تو نہ ہوئی بات تو مسبب الاسباب کی ہوئی یہ تمہاری روزمرہ زندگی میں کتنے لوگ ہیں جنہیں تم زندہ دیکھنا چاہتے ہو وہ مر جاتے ہیں کتنے لوگ ہیں جن کی موت کی تم تمنا رکھتے ہو وہ زندہ رہتے ہیں خود تمہارے سامنے دندناتے پھرتے ہیں کتنے دشمن ہیں جن کی موت کی آرزو تم رکھتے ہو لیکن انہیں مار نہیں سکتے کتنے دوست ہیں جنہیں تم زندہ دیکھنا چاہتے ہو انہیں تم زندگی نہیں دے سکتے۔ تو پھر اسی طرح سے رات دن کے تغیر و تبدل کو دیکھو تمہاری ساری لائٹیں ساری بجلیاں سارے کارخانے مل کر کبھی جو فطرت نے اپنے نظام میں رات اور دن کا میزانیہ بنایا ہے اس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے نہیں تو پھر تم اس میں کیوں الجھتے ہو ان چیزوں کو اس کی عظمت تک کی رسائی کا ذریعہ بناؤ انہیں حجاب نہ بننے دو۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم میں اتنی عقل بھی نہیں ہے اتنے بے وقوف اتنے پاگل ہو گئے ہو فرمایا اگر ان چیزوں کا ادراک نہ ہو اور حواس خمسہ جن چیزوں کو دیکھتے ہیں ان پر فدا ہونے کی بجائے ان کے بنانے والے پر فدا نہ ہو تو پھر یہ دنیا بڑھتی جاتی ہے فاصلے بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر بندہ ان سارے حقائق کا انکار کر دیتا ہے جو سورج کی طرح واضح اور روشن ہیں اور کہتا ہے یار کئی لوگ آئے اور مر گئے کسی کو کھڑا ہوتے نہیں دیکھا یہ ضروری نہیں کہ ہم یہ نام لکھ کر دیوار پر لگا دیں یہ ہمارا کردار کہتا ہے ہماری حالت کہتی ہے جب ہم بے دریغ حرام کھاتے ہیں جب ہم بلاخوف سود لیتے ہیں جب ہم بلا خوف جھوٹ بولتے ہیں جب ہم بلا خطر برائی کرتے ہیں جب ہم بلا خطر زندگی کے اوقات کو اللہ کی یاد کے بغیر ضائع کرتے ہیں تو یہ حالت کہتی ہے کہ یہ بندہ آخرت کا قائل نہیں ہے اور بے شمار بدنصیب ایسے ہیں جو زبان سے بھی کہتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ کون آیا ہے جی وہاں سے اور کس نے دیکھا ہے کیا ہو گا دیکھیں گے جو ہو گی دیکھی جائے گی۔ یہ ہے وہ بدترین حال جو حواس خمسہ کے صحیح استعمال نہ کرنے کا نتیجہ ہے اللہ کریم نے انسان کو حواس اس لئے دیئے ہیں کہ وہ اپنے وجود کی بناوٹ پر غور کرے اپنی ذات پر غور کرے اپنی ضروریات کو سمجھے ان کے حصول کے ذرائع کو سمجھے اس سے استفادہ بھی کرے اور اس

سارے نظام سے یہ دلیل حاصل کرے کہ وہ بہت عظیم ذات ہے جس نے یہ مربوط نظام بنایا ہے اور میں اس سارے نظام کا حاصل ہوں انسان کو یہ سمجھ آنی چاہئے کہ یہ دولت پر بکنے کے لئے نہیں بنا دولت اس کی خدمت کے لئے بنی یہ اقتدار پر قربان ہونے کے لئے نہیں بنا اقتدار و وقار اس کے لئے بنا ہے عزت و آبرو اس کے لئے ہے دنیا کی نعمتوں پر انسان جو ہے وہ نچھاور ہونے کے لئے نہیں بلکہ وہ نعمتیں اس کی خدمت کے لئے ہیں یہ کسی اور کے لئے ہے دنیا کا سارا نظام سورج چاند ستارے موسم اور سارے پھل سارے ذرائع سارے وسائل تو یہ تو سارے انسان کی خدمت کے لئے ہیں انسان ان کی خدمت کے لئے تو نہیں۔

اب یہ تو انسان کی کھوپڑی گھوم گئی کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتا اور صبح اٹھ کر کتے کو دوڑانے کے لئے انسان اس کے ساتھ بھاگا بھاگا پھر رہا ہے ایک کتے کی مالش بندہ کر رہا ہے ایک کتے کو غسل بندہ دے رہا ہے گھوڑے کو ٹہلا رہا ہے جانوروں کی خدمت پہ بندہ لگا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے آپ کو سمجھا ہی نہیں اپنی حیثیت کو جانا ہی نہیں بلکہ انسان تو اتنی عظیم مخلوق ہے اللہ کی کہ وہ حاصل ہے کائنات کا۔ پورا نظام کائنات اس سارے نظام کا حاصل یہ ہے کہ وہ انسان کی خدمت کرے تو انسان ان سب سے خدمت لے کر صرف اس کی اطاعت کرے جس نے اتنی وسیع کائنات اس کی خدمت پہ لگا دی اور اگر یہاں سے گرا تو کوئی جتنی بلندی سے گرتا ہے اتنی ہی زیادہ چوٹ آتی ہے۔ جب مقام انسانیت سے گرے گا تو پھر یہ اتنا تباہ ہو جاتا ہے کہ جانور بھی جس بات کے قائل ہیں یہ اس کا قائل بھی نہیں ہوتا اور ان سے یہ کہئے کہ اگر تمہیں اس ساری بات کا انکار ہی ہے تو کیا اس سوال کا جواب دو گے کہ قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَا اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تمہارا علم سلامت ہے۔ تو کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس روئے زمین کا اور کائنات میں جو کچھ ہے اس سب کا کون مالک ہے تم کسی سلطان، کسی بادشاہ، کسی امیر کا نام لو تو وہ تو نہیں تھا کل نہیں رہے گا۔ تو چیزیں تو ہیں زمین اور اس کے سارے خزانے کائنات اور اس کی ساری چیزیں تو سب سے پہلے ہیں جتنے لوگ تمہارے سامنے ہیں یہ نہیں تھے یہ سب چیزیں تھیں یہ نہیں رہیں گے یہ سب چیزیں رہیں گی یہ جب سب کچھ موجود ہے تو اس کا بھی کوئی مالک تو ہو گا۔ کس نے اسے پھیلا رکھا ہے کون اسے سجا رہا کون اسے چلا رہا ہے کون نظام کا مالک ہے کیا کیسے یہ ہو رہا ہے۔

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ انہیں کہنا پڑے گا کہ یہ سب ایک اللہ چلا رہا ہے اس کے سوا کوئی جواب ہی نہیں ہے کسی کے پاس تو فرما دیجئے۔

قُلْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کیا تمہاری نصیحت کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے تم چھین نہیں سکتے ہاں تم بھی اللہ کے ہو جاؤ تو یہ سب کچھ تمہارا ہے تمہاری برابری نہیں کر سکتا تمہاری خدمت کے لئے اس نے بنایا ہے سب اسی کا ہے جب تم بھی اس کے ہو جاؤ گے تو پھر بھی یہ تمہارا خادم ہی رہے گا اور تم اس کے مقرب بندے بن جاؤ گے اور اگر تم اس کے خادم بن گئے تو تم نے خود اپنی سیٹ چھوڑ دی اپنی جگہ چھوڑ دی اور اس سے بہت نیچے گر گئے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو پیدا کیا بہترین تخلیق پر۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ اور پھر جب وہ اپنے مقام سے گرا تو اتنا گرتا چلا گیا کہ سب سے نیچے جا کر پھینکا میں نے اسے۔

تو کتنی عجیب بات ہے کہ بندہ روٹی کے ٹکڑے کا غلام ہو بندہ چند ٹکوں پہ بک رہا ہو بندہ عارضی اقتدار کی خاطر بک رہا ہو یہ آپ کے گرد جتنی دکانیں سجی ہوئی ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ بندے کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بک رہے ہیں اس کا مطلب ہے انہوں نے خود اپنی ذات کو پہچانا نہیں اسی لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ او کما قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کسی نے اپنے آپ کو اپنی ذات کو اپنے وجود کو پہچان لیا کہ میں کون ہوں وہ اپنے رب کو بھی پہچان گیا۔ اور جو خود ہی کو گم کر چکا اسے کیا ملے گا یعنی اس سے زیادہ بودا پن کیا ہے کہ بندے کو اپنے آپ ہی کی خبر نہ ہو کہ میں کون ہوں۔ انسان کی یہ قیمت نہیں ہے کہ وہ چند ٹکوں پہ بک جائے انسان کی اتنی سستی قیمت نہیں ہے کہ وہ چند خواہشات پہ نیلام ہو جائے انسان اتنی سستی چیز نہیں ہے کہ وہ دنیا کے اقتدار پہ اسے نیلام کر دے آپ نے دیکھا جن کی عظمت کے آپ قائل ہیں وہ عمریں بسر کر گئے جیل میں حصول اقتدار کے لئے وہ دنیا بھر کے بدنام ترین انسان کہلائے ملک کو لوٹ لوٹ کر خزانے بھر دیئے اور کھائے بغیر مر گئے استعمال نہ کر سکے چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے بدترین موت مارے گئے مر گئے ذلیل ہو گئے رسوا ہو گئے لیکن ساری زندگی اسی پہ صرف کر دی کیا آپ سمجھتے ہیں انہوں نے انسانی عظمت کو اپنے وجود کو اپنی ذات کو پہچانا کبھی نہیں اگر خود کو پہچانتے تو ٹھوکر مارتے ان چیزوں کو اور اپنی عظمت کو قائم رکھتے۔ اپنے احساس کو اپنے ضمیر کو اپنے معاملات کو رب العلمین کے ساتھ درست رکھتے۔

تو میرے بھائی! چیزیں اصل میں کچھ ہوتی ہیں اور نظر کچھ آتی ہیں ہمارے یہ حواس دھوکا کھاتے ہیں۔ بظاہر سانپ بھی خوبصورت نظر آتا ہے لیکن ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں زہر بھی ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک دعا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ۔ یا اللہ ہمیں چیزیں ایسی کر کے دکھا جیسی وہ واقعتاً ہیں۔ یعنی ہم گناہ کو خوبصورت نہ دیکھیں برائی کو کامیابی کی شکل میں نہ دیکھیں غلط کو درست نظر سے نہ دیکھیں اور ہمیں چیزیں اس انداز میں اور ویسی دکھا جیسی وہ واقعتاً ہیں۔ یہ سارے ذکر و اذکار یہ سارے مراقبات یہ ساری توجہات شیخ یہ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے ہیں کہ وہ ہمارے حواس میں وہ جلا پیدا کر دیں کہ

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَرِنَا حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ۔ اسی قبیل کی دوسری دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا میرے مولا ان کا ظاہر جو ایک عام نظر کو نظر آتا ہے اس کی کوئی بات نہیں۔ جو کچھ اس کے نتائج جو کچھ اس کا اثر قلب پر ضمیر پر انسانیت پر پڑتا ہے ہمیں وہ دکھا۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ۔ چیزوں کی اصل کیا ہے حقیقت کیا ہے اس کے نتائج کیا ہیں یہ جلا نصیب ہو حواس کو برائی ناگوار لگے خواہ وہ سننی پڑے دیکھنی پڑے کرنی پڑے۔ نیکی میں رغبت پیدا ہو اس کا حسن اس کی خوبصورتی نظر آئے تو سمجھیں ہم نے اپنا مقام حاصل کر لیا یہ مراقبات یہ درجات یہ محض اسباق ہیں اور ایک آدمی پہلی سے شروع کرتا ہے پھر دوسری پھر پرائمری پھر مڈل پھر میٹرک پھر ایف اے، بی اے، ایم اے، گریجویشن ڈاکٹریٹ کر لیتا ہے لیکن اسے کوئی لفظ یاد نہیں ہوتا۔ وہ لکھ نہیں سکتا وہ کچھ پڑھ نہیں سکتا پھر اس کی وہ گریجویشن پھر کس کام آئے گی۔ ایک آدمی مراقبات کرتا ہے ممکن ہے سو ساتھیوں میں بیٹھ کر آپ ذکر کرتے ہیں مراقبات ہو جاتے ہیں شیخ کی توجہ سے ہو جاتے ہیں لیکن اگر آپ نے بی۔ اے یا ایم۔ اے کر لیا ہے تو آپ کو کچھ مضامین پڑھنا بھی آنا چاہئے۔ آپ کو کچھ نیک و بد کی تمیز بھی آنا چاہئے آپ کو کچھ تمیز سے لکھنا بھی آنا چاہئے۔ آپ کا ایک سٹیٹس ہونا چاہئے ایک کہ وہ جب کوئی آپ سے بات کرے آپ کی تحریر پڑھے تو اسے سمجھ آئے کہ یار یہ تو کوالیفائیڈ آدمی ہے تو اگر کسی نے نقل مار کر کسی کے پاس بیٹھ کے کسی سے سفارش کرا کے نمبر لگوا کر ڈاریکٹوریٹ حاصل کر بھی لی تو پھر کیا فائدہ۔ کیونکہ وہ ہے تو عملی زندگی کے لئے مراقبات ہیں درجات ہیں مشاہدات ہیں تو صرف اس لئے ہیں کہ عملی زندگی جو ہے اس میں اصلاح ہو جائے اور ہمیں اپنے نفس پر وہ قابو حاصل ہو جائے کہ بجائے نفس کی غلامی کے ہم نفس کو اللہ کی غلامی پہ لگا دیں

تو اگر یہ نصیب نہ ہو تو سارے لوگ زہر کھا کر نہیں مرتے۔ لوگ دودھ پی کر بھی مر جاتے ہیں لوگ زیادہ غذا کھا کر بھی مر جاتے ہیں جب ان میں تمیز نہیں رہتی کھانے پینے کی تو زیادہ مرغن غذائیں کھا کر بھی موت سے ہم کنار ہو جاتے ہیں اچھے اچھے کھانے ان کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس طرح سارے محنت کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے کچھ ایسے بھی بدنصیب ہوتے ہیں کہ جن کی موت کا سبب ذکر اذکار ہی بن جاتا ہے اور اس میں وہ بجائے اپنے نفس پر قدرت حاصل کرنے کے اس میں نفس کے غلام بن جاتے ہیں کہ میں اتنا پارسا ہو گیا ہوں اتنا بزرگ ہو گیا ہوں میں اتنا صاحب کمال ہو گیا ہوں۔

تو یہ ساری چیزیں نظر میں رکھیے یہ ساری چیزوں کا معیار آپ کی عملی زندگی آپ کے معاملات ہیں بندہ فرشتہ تو نہیں بن سکتا میں یہ تو نہیں کہوں گا آپ کو کہ آپ فرشتے بن جائیں اور آپ سے کوئی غلطی نہ ہو لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ غلطی کو غلطی سمجھیں اس کے جواز تلاش نہ کیجئے برائی کو برائی مانیے اور اس سے بچنے کی کوشش کیجئے اس کے جواز تلاش نہ کیجئے۔ اگر یہ مقام نصیب ہو جائے تو آپ سمجھیں آپ منازل عرش پر پہنچ گئے۔ فرشتوں سے آپ اوپر نکل گئے، عالم خلق سے نکل گئے آپ۔ بے شک عالم امر تک پہنچ گئے اس لئے کہ فرشتے کو فطرتاً نیکی پہ مجبور کر دیا گیا اور آپ نیکی اور بدی میں تمیز کر کے چلتے ہیں اس کا مطلب ہے آپ اس سے آگے نکل گئے اور اگر برائی بھلی لگتی ہے اور خوشی ہوتی ہے برائی کر کے کسی کا مال کھا کر سود لے کر جھوٹ بول کر تو پھر سمجھئے بہت پیچھے رہ گئے اتنے پیچھے کہ ہم انسانیت کے لئے باعث عار بن گئے۔

اللہ کریم جس نے یہ حواس عطا فرمائے ہیں ان کی اہمیت ان کے صحیح استعمال کی توفیق بھی نصیب فرمائے اور ان کے غلط استعمال سے پناہ میں رکھے ہمارے گناہ ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے اور عملی زندگی میں اپنی اطاعت اپنی یاد اور اپنے بندوں کا ساتھ نصیب فرمائے۔

۱۱۔ عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العباد افضل وارفع درجة عند اللہ یوم القیامة قال الذاکرون اللہ کثیرا والذاکرات قیل یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفه فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر و تختضب دما فان الذاکر اللہ افضل منه درجة (احمد والترمذی)

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون افضل ہے اور کس کا درجہ دوسروں کی نسبت بلند ہے فرمایا کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کا درجہ ارفع ہے عرض کیا گیا، کیا اس سے بھی بلند ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے فرمایا اگرچہ وہ غازی اپنی تلوار کے ساتھ کفار و مشرکین سے اس شدت کے ساتھ جنگ کرے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لت پت ہو جائے پھر بھی خلوص سے اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے بلند ہے

فطرانہ عید الفطر

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

۱۔ فطرانہ کی مقدار :

عید کے دن صدقہ فطر بھی ادا کریں جو صاحب نصاب پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کی روزی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کو ضروری قرار دیا (فی کس) ایک صاع کھجوریں یا اسی قدر جو دیئے جائیں' غلام اور آزاد' مذکر اور مونث (یعنی مرد اور عورت) اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے اور نماز عید کے لئے لوگوں کو جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (مشکوۃ ص ۱۶۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

۲۔ کس پر واجب ہے :

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جس پر زکوۃ فرض ہے یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت اس کی ملکیت میں ہو۔ اگر سونا چاندی اور نقد رقم نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو۔ جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ زکوۃ فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مال نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گزر جائے لیکن صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں اگر رمضان کی تیس تاریخ کو کسی کے پاس مال آگیا جس پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اس پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔

۳۔ روزوں کی مقبولیت :

صدقہ فطر ادا کر دینے سے روزوں کی مقبولیت کی راہ میں کوئی اٹکانے والی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔

۴۔ ادائیگی فطرانہ :

صدقہ فطر بالغ عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے۔ شوہر کے ذمہ اس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں اور جو نابالغ اولاد ہے اس کی طرف سے والد پر صدقہ فطر دینا واجب ہے بچوں کی والدہ کے ذمے بچوں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں ہے۔

۵۔ جو اور گیہوں وغیرہ :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو اور گیہوں وغیرہ ناپ کر فروخت کیا کرتے تھے اور ان چیزوں کو تولنے کی بجائے ناپنے کا رواج تھا۔ اس زمانے میں ناپنے کا جو ایک پیمانہ تھا اسی کے حساب سے حدیث شریف میں صدقہ فطر کی مقدار بتائی گئی ہے جو ایک صاع ہے۔ فقہ

حنفیہ کے مطابق صاع کی مقدار پونے دو سیر ہے کیونکہ کوفہ میں جو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی جائے سکونت ہے صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے۔ تاہم احتیاطاً" دو سیر کے حساب سے فطرو دیا جاتا ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً" پونے تین سیر ہے کیونکہ مدینہ میں جو صاع استعمال ہوتا تھا وہ دو سیر بارہ چھٹانک تھا اہل تشیع کے نزدیک صدقہ فطر کی مقدار ساڑھے تین سیر ہے۔

۶۔ وقت ادائیگی:

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح کے طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے اگر کوئی شخص اس سے پہلے مرجائے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ صدقہ فطر عید سے پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر پہلے ادا نہ کیا تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے اگر کسی نے نماز عید سے پہلے یا بعد میں نہ دیا تو ساقط نہ ہو گا اس کی ادائیگی برابر ذمہ رہے گی جو بچہ عید الفطر کی صبح صادق ہو جانے کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

۷۔ نابالغ شخص:

اگر کسی نابالغ کی ملکیت میں خود اپنا مال ہو جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس کا وارث اسی کے مال سے اس کا صدقہ فطر ادا کرے۔ اس صورت میں اپنے مال سے دینا واجب نہیں۔

۸۔ رشتہ داروں کو صدقہ فطر:

جن رشتہ داروں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کو دینے سے دہرا ثواب ہوتا ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہو جاتی ہے۔

۹۔ غریب نوکروں کو ادائیگی:

اپنے غریب نوکروں کو بھی زکوۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں مگر ان کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔

۱۰۔ دیگر رشتہ داروں کو ادائیگی:

اپنی اولاد کو یا ماں باپ اور نانا نانی، دادا دادی کو زکوۃ اور صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ البتہ دوسرے رشتہ داروں مثلاً" بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو، بیوی شوہر کو صدقہ فطر دے تو ادائیگی نہ ہو گی۔

۱۱۔ کن کو دینا جائز نہیں:

جس پر زکوۃ خود واجب ہو یا زکوۃ واجب ہونے کے بقدر اس کے پاس مال ہو یا ضرورت سے زائد سامان ہو جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں، جس کی حیثیت اس سے کم ہو شریعت کے نزدیک اسے فقیر کہا جاتا ہے۔ اسے زکوۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔

۱۲۔ ایک ہی محتاج کو دینا:

ایک شخص کا صدقہ فطر ایک محتاج کو دے دینا یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دے دینا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چند آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی محتاج کو دے دیا جائے۔

۱۳۔ روزنے نہ رکھنے کی صورت میں بھی ادائیگی ہے:

صدقہ فطر میں جو یا گیہوں یا کوئی اور متبادل جنس اور نقد قیمت بھی دی جا سکتی ہے بلکہ اس کا دینا افضل ہے۔

دعائے مغفرت

نوید احمد علوی (معلّم صقارہ اکیڈمی چکوال) کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

MONTHLY AL - MURSHED

Reg. No.L8607

فروری

دستاویزی ویڈیو

حضرت جیؒ کے حالاتِ زندگی پر مبنی دستاویزی ویڈیو دستیاب ہے۔ ہدیہ ۔/۲۰۰ روپے

حضرت المکرم مدظلہ العالی کے حالاتِ زندگی پر مبنی دستاویزی ویڈیو تیار ہے۔ ہدیہ ۔/۲۰۰ روپے

منگوانے کا پتہ:۔

احمد نواز ۔ دارالعرفان سب آفس نور پور ضلع چکوال

اویسیہ کتب خانہ ۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770 Phone: 844990